اِنتساب:

اپنے والد معظم مرحوم و مغفور

حضرت سُلطان محمّد نواز رحمتہ اللہ علیہ

کے نام

جب میں چالیس روز کا تھا۔ تو والد محترم میرے لئے روحانی ورثہ کی یاد چھوڑ گئے۔ اور انہی کے پیغام فیض آشام کی بدولت، میں نے حصولِ علم کے ساتھ جدّ امجد سیّدنا سُلطان الفقر سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ کے آثارِ پُرانوار پر کام شروع کیا۔

سُلطان الطاف علی

فہرست

☆ ☆ ☆

پیش لفظ

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ پنجاب بلکہ پاکستان بھر کے وہ مایۂ ناز ولی کامل ہیں - جنہوں نے اِس سرزمین میں دینِ اِسلام کی شمع کو روشن رکھنے کے لئے جدوجہد کی - انہوں نے عوام کو دینِ حق سے روشناس کروانے کے لئے جگہ جگہ پر جا کر عوام سے رابطہ کیا - اور قلمی جہاد کر کے اور اپنی روحانی قوتِ قدسیہ کے ساتھ معاشرے سے غربت، جہالت اور توہم پرستی دُور کرنے کی بھرپور کوشش کی - آپکی تصنیفات پوری قوم کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں - اور رُشد و ہدایات کا منبع ہیں - حضرت سُلطان باھو اکیڈمی نے آپکی تصنیفات کو یکجا کرنے، انہیں محفوظ کرنے اور بہتر طریقہ سے شائع کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے -

الحمد للہ حضرت سُلطان باھو اکیڈمی اِس سلسلہ میں خاصی کامیاب ہے - اکیڈمی کی طرف سے اس سے پہلے دو کُتب شائع کی جا چکی ہیں - جن میں پہلی کتاب "حضرت سُلطان باھو، حیات و تعلیمات" ہے - اس کتاب کے مصنف پروفیسر جناب سیّد احمد سعید ہمدانی (پرنسپل گورنمنٹ کالج نوشہرہ ضلع خوشاب) ہیں جب کہ دوسری کتاب "دیوانِ باھو" ہے، جسے ڈاکٹر کے۔ بی نسیم (سربراہ شعبہ فارسی و رئیس کلیہ ادبیاتِ شرقی، پشاور یونیورسٹی) نے مرتب کیا ہے

دیوانِ باھوؒ حضرت سُلطان باھو کی وہ مایۂ ناز تصنیف ہے- جس پر جتنا بھی کام کیا جائے کم ہے- یہ کتاب چونکہ یونیورسٹی اور کالجوں کی سطح پر نصاب کا حصہ بن چکی ہے اس لئے ضروری تھا کہ متن کے ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا جانا- چنانچہ اس اہم ضرورت کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کیا گیا کہ دیوانِ باھو کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا جائے- اس کام کے لئے کئی نام سامنے آئے- آخر صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی حامی بھری- ڈاکٹر صاحب نہ صرف یہ کہ ماہرِ تعلیم اور فارسی زبان کے اُستاد ہیں- ان کا تعلق خانوادۂ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ سے ہے- وہ حضرت سلطان باھوؒ پر ایک اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں- پنجاب یونیورسٹی نے ان کو حضرت سُلطان باھو کی حیات و آثار اور تعلیمات پر مقالہ لکھنے پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی

دی ہے۔ وہ اس سے پہلے حضرت سلطان باھو کی معروف کتاب "ابیات باھو" پر کام کر چکے ہیں۔ ابیات باھو پر ان کا کام قابلِ فخر ہے۔ انہوں نے کئی سال کی انتھک محنت اور لگن سے "ابیات باھو" کی تحقیق و تشریح کی۔ یہ کتاب اہل ذوق خاص طور پر طلباء کے لئے ایک انتہائی قیمتی سرمایہ ہے۔

"دیوانِ باھو" کا اردو ترجمہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے حضرت سُلطان باھو اکیڈمی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے بینر تلے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ اکیڈمی کی طرف سے سال ۱۹۹۰ء میں جو دیوانِ باھو شائع کیا گیا تھا۔ اس کے متن میں کچھ اغلاط سامنے آئیں تھیں۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے وہ اغلاط ترجمہ کرتے وقت درست کر دی ہیں۔ اس طرح کتابت اور طباعت کے وقت بھی کچھ حروف میں کمی بیشی ہو گئی تھی۔ انہیں بھی درست کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے دیوان باھو میں شامل چون (۵۴) غزلیات میں پیش کردہ مطالب کا خلاصہ بھی تحریر کر دیا ہے۔

المختصر ڈاکٹر صاحبزادہ سلطان الطاف علی نے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ جس کے لئے میں اپنی طرف سے اور اکیڈمی کے دیگر کارکنان کی طرف سے انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اکیڈمی کی طرف سے تیسری کتاب "دیوان باھو معہ اردو ترجمہ" حاضر خدمت ہے آپ کی آراء کا ہمیں انتظار رہے گا۔

آخر میں اہلِ ذوق حضرات کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ سلطان العارفین حضرت سُلطان باھو کی تخلیقات پر تحقیق، ترجمہ، تشریح و تدوین اور اشاعت کے کار خیر میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ تاکہ ہم اپنے اشاعتی پروگرام کو جاری رکھ سکیں۔

سُلطان حمید

صدر

حضرت سُلطان باھو اکیڈمی

۱۷۔ ظفر روڈ

لاہور چھاؤنی

۱۱۔ جولائی ۱۹۹۱ء

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ (۱۸-۱۱۰)

"تو جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمید ہو، اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

حضرت سُلطان العارفین سُلطان الفقر سُلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز (۱۰۳۹-۱۱۰۲ھ) کا فارسی دیوان موسوم بہ "دیوانِ باھو" جو اِس وقت دستیاب ہے صرف چوّن (۵۴) عارفانہ و عاشقانہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ کے دو دیوان فارسی تھے، ایک دیوانِ باھُو کلاں اور دوسرا دیوان باھُو خُرد۔ موجودہ دیوان ان دو میں سے ایک ہے اور دوسرا دیوان تاحال دریافت نہیں ہو سکا۔

زیرِ نظر "دیوان باھو" اب تک مخطوطہ نسخوں کے ذریعہ اہلِ ذوق و اربابِ سلوک کے لئے باعثِ استفادہ رہا ہے۔ البتہ ملک چنن الدین فضل الدین گگے زئی کشمیری بازار لاہور والوں نے کئی بار طبع کیا ہے مگر تحقیق و تنقید کی قلم سے کوئی محنت و توجہ نہ کی گئی۔ جس کے باعث ان کے مطبوعہ نسخوں میں باکثرت اغلاط ملتے ہیں۔ البتہ مطبعؒ نُور لاہور میں ۱۸۷۵ء کو جو نسخہ طبع ہوا بہتر ہے مگر وہ دوبارہ نہیں چھپا۔ حضرت سلطان باھُو اکادمی لاہور نے پہلی بار دیوان باھُو کا اصل متن تحقیق کے ساتھ مُرتّب کرایا جو ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ یہ تحقیقی کام ڈاکٹر کے۔ بی۔ نسیم صاحب کے زیرِ نگرانی مرتّب ہوا۔ اُن کے ساتھ اِس کام میں پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی اور راقم الحروف نے بطور ممبران اکادمی تعاون کیا۔ دیوان باھو کو تحقیق کے ساتھ مرتّب کرنے کے لئے یہ نسخے ہمارے زیرِ نظر رہے:

(ا)	دیوان باھو	مکتوبہ نامعلوم گندواہ کے سید محمود الحسن بخاری کے کتابخانہ سے حاصل ہوا۔	قریباً ۱۸۵۰ء
(ب)	" "	(فقیر نُور محمد ولد سنجر خان	۱۸۶۰ء

کے دستخط آخر میں ہیں)

(ج)	″	″ ۱۲۹۰ھ	-
(د)	″	″ ۱۲۹۸ھ	-
(ہ)	″	(سلطان نور احمد سجادہ نشین	قریبا ۱۳۰۰ھ
	″	(۱۲۹۶- ۱۳۲۶ھ) ″ کی مہر ثبت ہے)	
(د)	″	محمد رضا اخوند ۱۳۰۶ھ	
(ز)	″	سلطان غلام دستگیر القادری د فقیر عبدالکریم کاپاری	۱۳۵۹ھ
(ح)	″	غلام حیدر ۱۳۲۸ھ	

(ز) دیوانِ حضرت سلطان باھو باہتمام نور الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء مطبع مطلعِ نور لاہور نسخہ (ح) نہایت دیدہ زیب، منقش اور خوشخط تحریر ہے۔ بلحاظ متن دیوان باھو فارسی کے بہترین نسخوں میں سے ہے۔ یہ نسخہ صاحبزادہ محمد نذیر سلطان کے کتابخانہ میں موجود ہے۔ اسے بنیاد قرار دے کر باقی نسخوں کے ساتھ اس کا تقابل کیا گیا ہے۔ گویا اصل متن کی تحقیق پر کافی محنت ہوئی۔ حضرت سلطان باھو اکادمی کے اِس بار اوّل طبع شدہ نسخہ کو سامنے رکھ کر اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ البتہ اس تحقیق شدہ مطبوعہ نسخے کے متن میں کچھ اغلاط ملے ہیں جن کو ترجمہ کرتے ہوئے درست کر دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے:

غزل	شعر			
غزل نمبر ۱۱	شعر ۳	ماہ وش دلداری خویش	کی بجائے	ماہ وش دلدار خویش
″ ۲۱	″ ۲	کی برآید از گل گلزارہا	کی بجائے	کی برآید از گلِ گلزارہا
″ ۱۲	″ ۳	کوتہ بکن	کی بجائے	کوتاہ بکن
″ ۲۶	″ ۵	بقدر خوئیش	کی بجائے	بقدر خویش
″ ۳۳	″ ۴	جز مفرد کس نیاید یار	کی بجائے	غیر مفرد کس نیا بدبار
″ ۳۸	″ ۲	از بہر جیفہ محنت و درد چراکشی؟ توکل تو برخدا کن کہ اللہ ست مہربان	کی بجائے	"از بہر جیفہ محنت دردی چراکشی۔ توکل تو برخدا کن ھو اللہ ست مہربان
″ ۳۸	″ ۶	ایں جیفہ حرام ست چوغدد قصاباں	کی بجائے	ایں جیفہ حرام ست چوغدد قصابگان
″ ۴۶	″ ۴	زیرِ آنکہ رہ این	کی بجائے	زیرا کہ رہِ عشق
″ ۵۳	″ ۱	می نالم از عشق تو وجان را خبری نیست۔ بیمار و غمخوارم و کس را خبری نیست	کی بجائے	می نالم از عشق تو جان را خبری نیست بیمارم غمخوارم کس را خبری نیست

پرنٹنگ و کتابت کے کام میں بھی کچھ تساہل ہوا ہے جس کے باعث کچھ حروف نیم حذف اور غلط ہو گئے ہیں۔ مثلاً:

غزل نمبر ۳۰	شعر ۳	وق	کی بجائے	شوق	ہے
″ ۴۵	″ ۱	ترائی	″	ترانی	ہے
″ ″	″	رَبّ ارِئی	″	رَبّ اَرِنی	ہے
″ ۵۰	″ ۲	″	″	″	ہے

موجودہ نسخہ میں ان غلطیوں کو درست کر لیا گیا ہے۔

دیوانِ باھو کا ترجمہ اردو: میں نے حضرت سلطان العارفین کی حیات، آثار اور تعلیمات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ فرداً فرداً بعض رسائل پر بھی کام کیا ہے اور اس دوران میرے سامنے اللہ تعالیٰ پر توکّل اور مُسلسل محنت کے باعث کوئی خلش یا فِکر دامنگیر نہ رہتی تھی۔ زیرِ نظر دیوان باھو کا ترجمہ جب مجھے سونپا گیا تو عجیب گھبراہٹ کا احساس ہوتا رہا۔ دیوان شریف کا بامحاورہ سلیس اردو میں ترجمہ کرنا کافی دشوار نظر آ رہا تھا، مگر جب یہ کام میں نے شروع کر دیا تو ایک گونہ محویّت اور لگن پیدا ہوتی گئی، حتیٰ کہ یہ کام میں تسلسل سے کرتا گیا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سیپ میں سے نادر موتی نکل رہے ہوں۔

دو تین سال قبل اِسلام آباد کے "لوک ورثہ اشاعت گھر" نے دیوانِ باھو کا منظوم اردو ترجمہ شائع کیا۔ یہ شاندار کام [illegible] مسعود قریشی کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ وہ ایک صُوفی منش درویش ہیں۔ مجھے ان کے منظوم ترجمہ کو دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دیوان باھو کے مُرتّبہ مَتن میں تو جابجا اغلاط تھیں مگر ان کے منظوم اردو ترجمہ میں مفہوم میں کہیں بھی لغزش نہیں آئی۔ بلکہ ان کے منظوم ترجمہ میں بڑی روانی اور تاثیر موجود ہے۔ وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

میری یہ کاوش "دیوان باھو" کے ان تمام مراحل سے گُزر جانے کے بعد شروع ہوتی ہے۔

دیوان باھو کے بنیادی اوصاف: ترجمہ کرتے ہوئے دیوان شریف کے اسرار و رموز دل میں اترتے گئے اور چند اوصاف ذہن میں آئینے کی طرح روشن ہو گئے، جو افادہَ

عام کے لئے تحریر کرتا ہوں۔

عشق حقیقی :۔ دیوانِ باھو غزلیات کا مجموعہ ہے اور اس میں عشق کا تمرکز محبوبِ حقیقی اللہ جلشانہٗ ہے۔

مُنفرد صنفِ غزل:۔ یہ غزلیات نہ تو آزاد شاعری میں آتی ہیں اور نہ قافیہ کی فنی پابندی میں قید ہیں۔ بایں ہمہ ہر مصرعہ ترنّم' سوز اور معنویت سے اتنا بھرپور ہے کہ قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مسعود قریشی نے بجا طور پر ان غزلیات کو غزل معریٰ کا نام دیا ہے۔

سوز و ترنم :۔ غزلیات میں اندرونی سوز کے علاوہ غنائیہ سے معمور الفاظ ملتے ہیں۔

ھدفِ واحد کی توضیح :۔ مروّجہ غزل میں عام طور پر ہر شعر اپنا جُداگانہ مقصد رکھتا ہے۔ اگر ایک شعر میں محبوب کی توصیف ہے تو دوسرے میں زمانے کا گلہ اور تیسرے میں گل و بُلبل کی بات ہوتی ہے اور اسی طرح تمام غزل مختلف افکار و کیفیات کا مجموعہ ہوتی ہے مگر حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی غزل میں یہ وصف ہے کہ پہلے شعر میں جس عنوان کو سامنے رکھا ہے اسے پوری غزل میں نبھایا ہے اور آخر تک اسی کی وضاحت ہوتی گئی ہے۔

مسلکِ تصوّف کے لئے جادۂ منزل :۔ ہر غزل میں سلوک کا ایک مسئلہ طے فرما دیا گیا ہے۔ جس پر نظر رکھ کر سالکِ راہِ حقیقت پورے وثوق کے ساتھ گامزن ہو سکتا ہے۔

ژرف نگاہی :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز نے غزلیات میں اپنی رائے' کیفیت اور واردات پیش کرنے سے قبل ہمیشہ دُنیائے دنی کی سرشت کو ایک آزمودہ کار کی حیثیت سے فیصلہ کن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ پھر نتائج اور دلیلِ قطعی کی روشنی میں اپنے افکار رہنمائی کے لئے غزل کی شکل میں وارد فرمائے ہیں۔

دیوان باھو میں تعلیمات :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی ۵۴ غزلیات میں معبود حقیقی کا اقرار' عشقِ حقیقی' ریاکاری' تصنّع اور خود پرستی کی تکذیب' حُبِ دنیا و نفس کی مذمت' تجلّی محبوب و عالمِ ہجر کا ذکر' قربِ حق اور دل میں جمال الٰہی کا انعکاس' طریقت کے مراحل' صفائے باطن اور جفاکشی جیسے عنوانات کو بڑے مؤثر انداز

میں بیان فرمایا ہے۔

کلام باھو کے مشتاقان اور سالکانِ طریقت کے علاوہ مُحققین و دیگر قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں ان چوّن (۵۴) غزلیات میں پیش کردہ مطالب کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے:

۱۔ معبودِ حقیقی : معبودِ حقیقی کا اقرارِ کاملہٗ اُس کی ذات واجب الوجود اور صفاتِ لامتناہی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۲۔ عشقِ الٰہی: عشقِ الٰہی میں سَرشاری کا بیان۔

۳۔ قُربانی: عشق میں قربانی کا جذبہ اور اس کی کیفیات

۴۔ " : " "

۵۔ تصنّع کی تکذیب : انانیت اور بناوٹ کے خول سے نکل کر معرفت حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ ریاکاری پر انتباہ : ریاکاری اور نفس سے منہ موڑ کر محبوبِ حقیقی کی جانب قدم بڑھانا مقصود ہے۔

۷۔ بے نیازی کا ذِکر: محبوب کی بے نیازی کا بیان

۸۔ مناجات: محبوبِ حقیقی سے ترحّم کی دعا۔

۹۔ نعت: نعت بحضور سَاقیٔ کوثر حضرت محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۰۔ خطاب ربّ العزت : خطاب ازبارگاہِ ربّ العزت جلشانہ' ماسوا اللہ کو ترک کر کے وصالِ حق کو رجوع کرنے کی تلقین

۱۱۔ تجلّی اور بیقراری: جلوۂ محبوب کے بعد عشق میں بیتراری کی کیفیات

۱۲۔ عالمِ ہجر: عالمِ ہجر کی کیفیات کا اظہار بحضور محبوبِ حقیقی جلشانہٗ

۱۳۔ مناجات: دعا بحضور ربّ العزت جلشانہ

۱۴۔ اُمیدِ وصل: جمال الٰہی کا ذکر اور لقائے الٰہی کی امید

۱۵۔ مستضعفین سے وابستگی : ثابت قدمی اور قربانی کی تلقین کے ساتھ مساکین سے وابستگی کی نصیحت

۱۶۔ کائنات میں عکسِ جمال: کائنات میں عکسِ جمال الٰہی کا ذکر اور دیدار کی تلقین

۱۷۔ عالمِ ہجر: ہجر میں حالتِ کرب کا اظہار اور راز و نیاز کا بیان۔

۱۸- بے بسی: عاشق کی کیفیات اور عشق میں دل کی بے بسی۔

۱۹- ماورا سے عشق: معشوق حقیقی تشبیہات اور قیل و قال سے ماوراء ہے

۲۰- مُشکلاتِ راہ: عشق کٹھن راستہ ہے۔

۲۱- " : عشق میں مشکلات کا اظہار۔ دنیا میں کوئی مراد نہیں پاتا' جان و خواہشات کی قربانی لازمی ہے۔

۲۲- زُہد و رِیا کا انکار: عِشق میں دل کی زبوں حالی اور ظاہری زُھد و ریا سے دستبرداری کا بیان۔

۲۳- قُربِ حق: معیت و قربِ حق کا بیان۔

۲۴- " : "

۲۵- دل میں جمالِ حق: دل میں عکسِ جمالِ حق تعالیٰ کا بیان۔

۲۶- وحدت الوجود و شہود: وہ صاحبِ حقیقت جلشانہٗ ہر جگہ موجود ہے۔ یقین کامل سے رجوع مطلوب ہے۔

۲۷- دُنیا کی مذمت: دنیا تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ (مطابق حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۸- صَفائے باطن: راہِ عِشق میں صفائے باطن مطلوب ہے۔

۲۹- خُودبینی سے انکار: خُودبینی کی مکمل نفی مطلوب ہے۔

۳۰- " : خُودنمائی کی بجائے اپنے گم شدہ مقام کے لئے فکر کریں۔

۳۱- " : " "

۳۲- صبر و تحمل: شدّتِ انتظار میں صبر و تحمل کا بیان

۳۳- حُبِ مال و اولاد سے اجتناب: مال اور اولاد سے حُب رکھنے میں اِجتناب چاہئے۔

۳۴- عالمِ ہجر: اِضطراب کی کیفیت اور عالمِ ہجر کا بیان۔

۳۵- تلاشِ حق: جستجو کے حق کا بیان

۳۶- تزکیۂ نفس: نفس کی پاکیزگی لازم ہے۔

۳۷- قربانی: عشق سراسر قربانی کا راستہ ہے۔

۳۸- دُنیا کی مذمّت: دنیا مردار ہے۔ (مطابق حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم)

۳۹- " : دُنیا ترک کر کے قناعت اور عالی حوصلہ اختیار کرو۔

۴۰- رَجوع اِلی اللہ: ماسویٰ اللہ پر اُمید ترک کر کے سب کچھ اس کی ذات سے طلب کرو۔

۴۱- قُربانی: محبوبِ حقیقی کے حضور جان کو قربان کردینا چاہئے۔

۴۲- عِشق کا بیان: عشق ایک پختہ طریق ہے۔

۴۳- طریقت: مراحلِ طریقت اور فنافی اللہ کا بیان

۴۴- " : " "

۴۵- لِقائے رب: رُویت حق تعالیٰ بَرحق ہے۔ پُرامید رہنا چاہئے۔

۴۶- صفا طلبی و جفاکشی: صفائے باطن اور جفاکشی طالبِ مولیٰ کے اوصاف ہیں۔

۴۷- سرچشمۂ وفا: دُنیا کی سرشت میں بیوفائی ہے۔ وفا صرف اسی ذات پاک سے طلب کرو۔

۴۸- مقامِ حیرت: جمالِ محبوب کا ذکر اور عاشق کے لئے مقامِ حیرت کا بیان۔

۴۹- دِل جلوہ گاہِ محبوب: اپنے دل میں عکسِ جمالِ محبوب حاصل کرو۔ دِل طُورِ سینا ہے۔

۵۰- " : دل کو طُورِ سینا سمجھو' اور اپنی ذات میں مُوسیٰ علیہ السّلام کی صِفات پیدا کرو۔

۵۱- خُودپرستی سے احتراز: خُودپرستی نمود و نمائش کو کہتے ہیں' اس سے احتراز کرو۔

۵۲- " : " " " " "

۵۳- اہل اللہ و اہلِ دنیا: عُشاق اہل اللہ غم و ابتلا میں اور اہل دنیا ان سے بے خبر ہوتے ہیں

۵۴- وحدت الشہود و وجود میں یگانگت: کائنات کے ہر ذرّہ میں اسی کے جمال کی تلاش کرنا صوفی کا قرینہ ہے۔

آیئے اب ان مطالب کی توضیحات کے لئے دیوان باھو اور اس کا اردو ترجمہ

ملاحظہ کریں۔ آخر میں تشکر و امتنان کے ساتھ پروفیسر مولوی عبدالرحیم خضداری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے عربی الفاظ و تراکیب سمجھنے میں مدد دی۔

سُلطان اَلطاف علی
(حال) پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج خُضدار
بلوچستان

روز دوشنبہ ۱۹ ذیقعد ۱۴۱۱ھ ۔
۳ جون ۱۹۹۱ء

مختصر حالات

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھو قدس سرہ

آنکھ والا تیری قُدرت کا تماشا دیکھے
دِیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

اللہ اللہ کیا ہی مبارک اور مؤثر اسم ہے کہ سُنتے ہی دِل میں گڑ جاتا ہے ۔ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو نسب کے لحاظ سے حضرت علی ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں ۔(۱) مؤرخین کے مطابق حضرت سُلطان باھُو کے بزرگ واقعۂ کربلا کے بعد ایران و خُراسان پہنچے ۔ اُن میں سے شاہ حسین نے ہرات پر قبضہ کرلیا ۔ اُن کے بعد ان کے صاحبزادے امان شاہ نے ساداتِ فاطمی کی بڑی اعانت کی ۔ اسی معاونت کی مناسبت سے ان کی اولاد "اعوان" یعنی معاونِ سادات کہلائی ۔ عباسی دور کے اواخر میں یہ لوگ دریائے سندھ کے پار کالاباغ کے قریب آکر آباد ہوئے اور اپنا مسکن اُچ بلوٹ ، چوہاسیدن شاہ کو بنایا ۔ اس وقت یہ علاقے کھٹک اور جنجوعہ قوم کے ہندوؤں کے قبضہ میں تھے ۔ ان اعوانوں نے یہ علاقے فتح کرلئے ۔ پھر ہجرت کا یہ سِلسلہ چلتا رہا اور یہ قبیلہ سُون سکیسر تک آپہنچا ۔ حضرت سُلطان باھُو کے بزرگ انہی اعوانوں میں سے تھے ۔

آپ کے والد ماجد حضرت محمّد بازید نہایت صالح ، پابندِ شریعت ، حافظِ قرآن اور فقیہ مسئلہ دان شخص ہوئے ہیں ، غرضیکہ اپنے وقت کے بڑے عالم تھے ۔ وہ جہانگیر کے عہد میں ہرات کے راستے واردِ ہند ہوئے ۔ آپ حاکمِ ملتان کے پاس تھے ۔ انہی دنوں حاکم مُلتان اور راجہ امروٹ کے درمیان لڑائی ہوئی ، تو حضرت بازید نے بھَرے بازار میں راجہ کا سَر تَن سے جدا کردیا ۔ اور واپس ملتان پہنچے ۔ آپ کی اس شجاعت پر شہنشاہ شاہجہان نے شورکوٹ کا ایک گاؤں ، پچاس ہزار بیگھے زمین آپ کو عنایت کی ۔ حضرت بازید نے یہیں مستقل سکونت اختیار کی ۔

---

۱ ۔ مناقب سلطانی از حضرت سلطان حامد بن حضرت شیخ غلام باھو ، لاہور ، ۱۳۳۵ھ ، ص ٦

ولادت :۔

حضرت سُلطان باہُوؒ ضلع جھنگ پنجاب کے اسی گاؤں شورکوٹ میں بتاریخ ۱۰۳۹ ھ پیدا ہوئے ۔

اِسمِ باہُو کی وجہ تسمیہ :۔

آنحضرت کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا جو اولیائے کاملین میں سے تھیں ، کو باطن میں بذریعۂ الہام قبل از ولادت اعلام ہوا کہ آپ کے بطن سے عنقریب ایک ایسا ولی اللہ عارف واصل اور فقیر کامل ظہور فرمائے گا جو آخری زمانہ میں تمام رُوئے زمین کو اپنے انوارِ فیضان اور اَسرار و عِرفان سے پُر اور مملُو کر دیگا ۔ اس مولودِ مسعود کو باہُو کے مبارک نام سے موسوم کرنا کہ وہ صاحبِ اسم بامسمّیٰ یعنی باہُو با خُدا ہو گا ۔ حضرت سُلطان العارفین اپنی تصنیفاتِ مُتبرکہ میں کمال شکریہ ادا فرماتے ہیں کہ آپ کی والدۂ ماجدہ نے آپ کا نام باہُو رکھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

صَد بار آفرین باد بَرمادرش
کہ اسم او را باہُو نہاد (۱)

یعنی مائی راستی صاحبہ پر سینکڑوں بار آفرین ہو کہ انہوں نے ہمارا نام باہُو رکھا ۔ اور آگے چل کر دوسری جگہ ایک شعر میں یوں ارشاد فرماتے ہیں ۔

رحمت و غفران بُود بر رَاستی
رَاستی از رَاستی آراستی (۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور بخششیں ہوں مائی راستی صاحبہ پر (جنہوں نے ہمارا نام باہُو رکھ کر تسمیہ کا حقّ ادا کیا) اے اللہ ! تُو ہی نے ہماری والدہ مائی راستی صاحبہ کو (جیسا کہ نام سے ظاہر ہے) راستی اور سچائی سے آراستہ کیا"۔

بچپن میں ہی آپ کی پیشانی مبارک سے انوارِ ولایت ہویدا تھے ۔ آگے چل کر آپ باہُو سے سلطان باہُوؒ کہلانے لگے۔

اسمِ باہُوؒ کے متعلق بے شمار رموز و اشارات آپ کی تحریروں میں پائے جاتے ہیں ۔ اس عارفِ ربّانی اور شہبازِ لامکانی کے اسم مبارک میں نہایت عجیب و غریب برکات اور

۱ ۔ محک الفقراء کلان (قلمی) ، ص ۱۱٦

تاثیرات دیکھنے میں آئے ہیں ۔ اگر آپ کے اسم مبارک کے جُملہ اَسرار و معارف مُفصّل لکھے جائیں تو ایک علیٰحدہ دفتر بن جائے ۔ (۱)

یہ امرِ واقعہ ہے کہ بعض طالبانِ ازلی پر تو صرف اسمِ باہُوؒ کے سنتے ہی حالتِ وجد طاری ہو جاتی ہے ۔ اور اُن کا لطیفۂ قلب بے اختیار ذکر اسمِ اللہ سے جاری ہو جاتا ہے۔

جمالِ حُسنِ یوسف را چہ می دانند اخوانَش
زُلیخا را بپُرس از وی کہ صَد شرح و بیان دَارد

تاریخِ وصال و مزار :۔

حضرت سُلطان العارفین نے حضرت سَرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح تریسٹھ سال کی عمر پائی ہے ۔ آپ نے ۱۱۰۲ ھ میں بتاریخ یکم جمادی الثانی اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرمائی ہے۔

آپ کا مزار مبارک دریائے چناب کے مغربی کنارے ایک گاؤں میں جو آپ ہی کے اسمِ مبارک "سُلطان باہُوؒ" سے موسوم ہے ۔ اور جھنگ سے پچاس میل دور جنوب کی جانب قصبہ گڑھ مہاراجہ کے نزدیک تحصیل شورکوٹ میں واقع ہے ، زیارت گاہِ خواص و عوام اور مرجع جُملہ انام ہے ۔ توحید کے متوالوں کا ہر وقت لنگر جاری ہے ۔ چہار دانگ عالم سے جامِ عرفان کے متلاشی پروانہ وار جوق در جوق آپ کے مزارِ اقدس پر حاضری دیتے ہیں ۔ اور تسکینِ دل و جان اور منزلِ مُراد حاصل کرتے ہیں ۔

آپ کا طریقہ :۔

آپ کا طریقہ سروری قادری ہے ۔ اس پاک طریقے کی خصوصیت اور طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس میں کامل مُرشد طالب صاحبِ استعداد کو ایک ہی نگاہ سے حضرت سَرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس میں حاضر کر دیتا ہے ۔ اور ذاتِ حق تعالیٰ کے مشاہدے میں ایک ہی توجّہ سے ناظر کر دیتا ہے ۔ اس پاک طریقے میں رنج ریاضت ، اُلٹے چلّے ، حبسِ دم کا عبث

۱ ۔ محک الفقراء کلان (قلمی) ، ص ۱۱٦
۲ ۔ حق نمائے ، اُردو ترجمہ نور الہدیٰ از حضرت فقیر نور محمد سروری قادری ، لاہور ، ۱۹۸٦ء ، ص ٦

الم ، ابتدائی سلوک و ذکر و فکر کی اُلجھنیں ہر گز نہیں ہیں ۔ یہ طریقہ ظاہری ریاکارانہ لباس ، رنگ ڈھنگ سے پاک اور ہر قسم کے مشایخانہ طور اطوار مثلاً عصا و تسبیح اور جبّہ و دستار سے بیزار ہے ۔ (۱)

حضرت سُلطان باہُوؒ کے نزدیک طریقۂ قادری تمام طریقوں پر قادر اور غالب ہے ۔ ان کے نزدیک کسی طریقہ کی اِنتہا قادری طریقہ کی ابتدا کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ قادری طریق میں معرفتِ الٰہی کے خزانے ہیں اور اس کا سالک ریاضت و مشقت سے کبھی کبیدہ خاطر نہیں ہوتا ، بلکہ ہر حال میں خوش رہتا ہے ۔ سَروری قادری طریق پر چلنے والا طالب لا یُحتاج اور بے نیاز ہو کر حقؔ پر نظر رکھتا ہے ۔ اس کی نگاہ میں سونا اور خاک برابر ہوتے ہیں ۔ کم تر اِستعداد و صلاحیت رکھنے والے بھی اس طریق میں آکر زیادہ فائدہ حاصل کر لیتے ہیں ، کیونکہ قادری طریقہ معرفت کا بحرِ بیکراں ہے ۔ جو شخص اس طریقہ میں داخل ہوتا ہے اور اس کے دریائے معرفت میں غوطہ زن ہوتا ہے ، وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے ۔

حضرت سلطان باہُوؒ بار بار فرماتے ہیں کہ "قادری طریقہ آفتاب کی طرح ہے ۔ اور دوسرے طریقے چراغ کی مانند ۔ پس چراغ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے روشن ہو"۔

اسی طرح انہوں نے قادری مرید اور قادری مُرشد کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے ۔ ان کے نزدیک "قادری طالب و مرید رابعہ بصری اور سلطان بایزید سے بہتر ہے"۔ کہ بغیر ریاضت ، دائمی نماز میں مستغرق رہتا ہے :۔

قادری را قُربِ حقؔ باشد عطا
شُد مُشرّف رُوح بَاشرفِ لقا (۱)

قادری مُرشد کی قوتِ تسخیر و تصرف کے بارے میں وہ فرماتے ہیں :۔

"قادری مُرشد کے ہر دو جہان جِنّ و اِنس تابع و غلام ہیں"۔

قادری مُرشد کے جس قدر اوصاف حضرت سُلطان العارفین نے بیان کئے ہیں ، وہ خود ان سب سے متصف تھے اور جس قدر "رفعت و سطوت" انہوں نے قادری فقراء کی بیان کی ہے ، وہ خود اُن کی ذات میں پائی جاتی تھی ۔

۱ ۔ حق نمائے ، ص ۹

گو سب طریقے اپنے آپ کو محمّدی مَشرب بتاتے ہیں ، کیونکہ سب اسی پاک شجر طُوبیٰ کی شاخیں ہیں اور اسی سے نکلے ہیں ، لیکن دراصل محمّدی مشرب صرف طریقۂ قادری ہی ہے اور بَس ۔ باقی سب طریقے اس کے تابع اور فروع ہیں ۔ جیساکہ اس پاک طریقہ کے سردار اور پیشوا سلطان الاولیاء حضرت غوثِ صَمدانی ، محبوبِ سُبحانی ، قطبِ رَبانی حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی قدس سرّہ العزیز کا قول ہے

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَ اِنِّی
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

ترجمہ :۔ ہر ولی کا ایک خاص قدم ہے ، لیکن میرا قدم اپنے جدِّ بزرگوار حضرت مُحمّد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے قدم پر ہے ۔ اور جس طرح حضور سیّد الانبیاء ہیں ، اسی طرح حضرت غوث الاعظم سیّد الاولیاء ہیں ۔ چنانچہ آپ کے مشہور و معروف اور صادق و مصدوق قول سے ظاہر ہے کہ قَدَمِی ہٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللہِ یعنی میرا قدم جملہ اولیاء کی گردن پر ہے اور آپ کا یہ فرمان زمانہ حال ، ماضی اور مستقبل میں نافذ و جاری ہے ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

وَ وَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ

ترجمہ :۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے جملہ (اوّلین و آخرین) اقطابِ زمانہ کا (اَبدی) والی دوامی غوث بنا دیا ہے اور میرا یہ حکم ہر زمانہ حال ، ماضی اور مستقبل میں نافذ و جاری رہے گا ۔ چنانچہ آپ سے کسی نے پوچھا ، آپ کے مرید اور دوسرے طریقے کے مریدوں میں کتنا فرق ہے ۔ تو آپ نے فرمایا : اِبَیْضِی بِالْفِ وَفَرْخِیْ لَا یُقِیْمُ یعنی میرا انڈا ہزار مرغ کے برابر ہے اور جب بیضہ ناسُوتی توڑ کر فضائے قُدس میں پرواز کرنے لگتا ہے تو پھر وہ عنقائے قدُس بن جاتا ہے ، جس کی نہ کوئی قیمت لگائی جا سکتی ہے اور نہ تمام دُنیا کے پرندے اس کی برابری کر سکتے ہیں ۔ آپ ستر (۷۰) بار اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے چکے ہیں ۔

تیغ برہنہ (قلمی) ، ص ۱۰

تب آپ نے یہ بیان جاری فرمایا ہے ۔ اَلْمُرِیْدِیْ لَایَمُوْتُ اِلَّا عَلَی الْاِیْمَانِ یعنی میرا مُرید نہیں مَرے گا مگر ایمان پَر ۔ یعنی اگر ابتداء حال میں کیسا ہی آلودۂ معصیت کیوں نہ ہو ، لیکن آخر میں جب طریقۂ قادری میں قدم رکھے گا ، تائیدِ ایزدی اُس کے شامل حال ہو جائیگی اور موت کے وقت آنحضرت کی توجّہ اور نظرِ فیض اَثر سے لطیفۂ قلب اسم اللہ اور کلمۂ طیّبہ سے جاری ہو جائیگا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے گذر یگا ۔ اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا ۔

حدیث : مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ بِلَاحِسَابٍ وَبِلَا عَذَابٍ وَ اِنْ سَرَقَ وَاِنْ زَنٰی

یعنی موت کے وقت جس شخص کا آخری کلام کلمۂ طیّبہ ہو وہ شخص بغیر حِساب اور بِلاعذاب بہشت میں داخل ہو گا ۔ چاہے اُس کے ذمّہ کسی قسم کے گُناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں ۔

سُبحان اللہ ! اس پاک طریقے کا کیا کہنا ہے ۔ اس کی قدر و قیمت وہی جانتے ہیں جو صحیح طور پر اس میں داخل ہو چکے ہیں ۔ اس کی مستی سے وہی لوگ واقف ہیں جو اس ساقی بادۂ الست کے دور میں شامل ہو چکے ہیں ۔

آپ کی تصانیفِ مبارک :-

حضرت فقیر نور محمّد صاحب کلاچوی رقمطراز ہیں کہ آنحضرت نے (بزبانِ فارسی) ایک سَو سے مُتجاوز کتابیں علمِ تصوّف میں تصنیف فرمائی ہیں ۔ منجملہ اُن کے تقریباً چھوٹی بڑی چالیس کتابیں قلمی بزبان فارسی راقم الحروف کے پاس موجود ہیں ۔ علم تصوّف میں اس فقیر کا مطالعہ بہت وسیع رہا ہے ۔ اور تقریباً ہر زباں ، و ہر زمان کے جملہ متقدّمین و متأخرین سالکین و مشائخ کی تصانیف کو ایک ایک کر کے دیکھا ہے ۔ لیکن جو تاثیر اور برکت حضرت سلطان العارفین کی کتابوں میں پائی ہے ، دیگر تصانیف سے کہیں اس کی بُو بھی نہیں آئی ۔ اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آنحضرت کی رُوح پُر فتوح حروف اور عبارات میں اس طرح جاری اور ساری ہے کہ محض کتاب کے پڑھنے سے ہی طالب کے وجود میں حضرت سلطان وحید الزمان کی توجّہ کا نُور برق بُراق کی طرح بے واسطہ متجلّی ہو جاتا ہے اور اہلِ مطالعہ کو بے ریاضت مقامِ راز پر پہنچا دیتا ہے ۔ اور بلا مجاہدہ صاحبِ مشاہدہ بنا دیتا

ہے ۔ کیسی خوش نصیب ہے وہ زبان جو اس بیانِ حق ترجمان سے گویا ہے ۔ اور کس قدر مبارک ہیں وہ کان جو اس القائے حق سبحان سے شنوا ہیں اور کتنی سعادتمند ہے وہ آنکھ اور دل جو اس سخن کُنہ کُن اور علم من لدن سے بینا و دانا ہے ۔" (۱)

حضرت سلطان باہُو کو بذریعہ کشف غیبی معلوم تھا کہ آخر زمانہ میں قحط الرّجال ہو گا اور مُرشدِ کامل دُنیا میں عنقا مثال ہو گا ۔ اس لئے آپ نے اس پچھلی تاریکی اور آخری ظلمت کے زمانے کے لئے اپنے گنجِ معرفت اور کنزِ توحید کو کتابی صورت میں نمودار کر کے رکھ دیا ۔ چنانچہ ہر کتاب کے اندر ایک مُرشدِ کامل کا نُور مستُور ہے اور وہ نُور بالکل وسیلۂ مشاہدۂ ذات اور ذریعۂ حضوری بزمِ حضرت سَرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم گویا کلیدِ نُور و حضور ہے ۔ اگر طالبِ صادق بالیقین صِدق اور اخلاص سے دن رات اس کو اپنے مطالعہ میں رکھے گا اور اُسے اپنا رہبر ، پیشوا اور وسیلہ بنائے گا ، تو انشاء اللہ بہت جلدی اپنی دلی مراد پائے گا ۔ حضرت فقیر نُور محمّد کلاچوی رقمطراز ہیں :-

"یہ فقیر متواتر تیس سال تک آپ کی فارسی کتابوں کو اپنے ہاتھ سے لکھتا رہا ہے ۔ چنانچہ ہر کتاب کو بار بار لکھا ہے اور دن رات مطالعہ کرتا رہا ہے ، لیکن کتابوں کی نسبت ادب ، اخلاص اور صِدق یقین کا یہ عالم تھا کہ اس طویل عرصے میں نہ کبھی کتاب کو بے وضو لکھا ہے اور نہ بے وضو ہاتھ لگایا ہے ۔ اور کتاب کی تاثیر اور برکت کا یہ حال تھا کہ دن کو جو عبارت لکھی ہے یا پڑھی ہے اور اس میں فقر اور معرفت کا جو مقام بیان ہوا ہے وہی حالت اور وہی کیفیت رات کو قلب اور قالب میں جاری اور طاری ہو گئی ہے اور وہی مقام کھل گیا ہے ۔ کبھی کوئی ایسی عبارت نہ لکھی ہے اور نہ پڑھی ہے ، جس کا اُسی وقت فوری اثر نہ ہوا ہو اور ان کتابوں کے اندر ایک ایسا لازوال ذاتی نُور مستُور ہے کہ اب بھی جس وقت کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو بالکل نئے انوار اور اچھوتے اَسرار کا انکشاف ہوتا ہے ——— بعض لوگ چند روز بطور تجربہ و آزمائش کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور جب کوئی فوری اثر نہیں دیکھتے تو سمجھتے ہیں کہ کتابوں کے مطالعہ کی تعریف میں مبالغے سے کام لیا گیا ہے ۔ اور بد اعتقاد ہو کر کتاب کا مطالعہ چھوڑ دیتے ہیں ۔ ایسے نفسانی وقتی غرض مند طالبوں کے لئے معرفت کا باطنی راستہ

---

۱ - حق نمائے ، ص ۱۲ — ۱۳

ہرگز نہیں کھلتا ۔ بلکہ اس راستے میں وہی طالب منزلِ مقصود کو پہنچ سکتا ہے جس کی ہمّت آسمان کی طرح بلند ، جس کا عزم پہاڑ کی طرح راسخ اور جس کا صبر اور تحمّل زمین کی طرح پائیدار ہو ، جو دریا کی طرح دن رات اس راستے میں رواں اور دواں رہے اور کبھی کسی وقت واپس مڑنے کا نام نہ لے ۔ بھوک ، فقر وفاقہ ، رنج وزحمت اور جو مصیبت اور آفت سامنے آئے وہ اُس کے قدم کو متزلزل نہ کر سکے ۔ اور نہ اس کی چال کو روک سکے ۔ مَست اونٹ کی طرح کانٹے اور جھاڑیاں کھائے اور بوجھ اٹھائے ۔" (۱)

"اے طالبِ مولا : اگر تُو اپنی طلب میں صادق ہے تو حضرت سُلطان العارفین کی کوئی صحیح فارسی کتاب یا اُس کا صحیح ترجمہ دن رات صدق اور اخلاص سے مُطالعہ کیا کر اور اُسے اللہ تعالیٰ کے قُربِ معرفت اور مُشاہدۂ دیدار اور حضوری بزم حضرت احمد مختار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنا ۔ انشاءاللہ تُو بہت جلدی اس گوہرِ مقصود سے اپنا دامن بھر لے گا ۔ اور جو کچھ تیرے دل میں ہے وہ ضرور جلدی بایدبر حاصل کرلے گا ۔ آج کل کے رسمی رواجی اور ریاکار دکاندار پیروں کے دروازوں پر عُمرِ گرانمایہ ضائع کرنے اور ناقص مُرشدوں کی تمام عمر کی جان توڑ خدمت سے ان کتب کے ایک ہفتے کا صحیح مطالعہ بہتر ہے ۔" (۲)

کتابوں کے مطالعہ کی تاثیر کے متعلق خود حضور سلطان العارفین قدس سرّہ کے متعدد ارشادات موجود ہیں ۔

آپ کی بیعت :-

آنحضرت کو باطن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بیعت فرمائی ہے اور آپ کو اویسی طور پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے فیض ، تلقین اور ارشاد باطنی حاصل ہوا ہے ۔

آپ اپنی کتاب "امیر الکونین" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عرصہ تیس سال تک مُرشدِ کامل کی طلب میں جا بجا پھرتا رہا ہوں ۔ چنانچہ آپ نے اس طویل عرصہ میں بے شمار

۱ ۔ مخزن الاسرار از حضرت فقیر نور محمد سروری قادری ، لاہور ، ۱۹۸۱ء ص ۱۹۶ ۔ ۱۹۸
۲ ۔ ایضاً ۔ ص ۱۹۹

مُرشدوں کو دیکھا ہے ۔ اور ان میں سے اکثر کاملین عارفین کو ملے اور اُن کی دل و جان سے خدمت کی ہے اور اُن سے فیوضات اور برکات حاصل کی ہیں ، لیکن اس زمانے کے ان فیوضاتِ اسماء وصفات سے آپ کی تسکینِ خاطر نہیں ہو سکی ۔

آخر اس ذاتی نُور کی طلب صادق اور جذب وعشق حقیقی نے آپ کو اس سالارِ سالکان ، سرورِ دو جہان اور سیدِ اِنس و جان ختم الانبیاء احمد مُجتبیٰ حضرت محمّد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات جمع جمیع صفات تک پہنچا دیا ۔ اور اُس بحرِ انوارِ ذات میں سے اس قدر حصّہ وافر حاصل کیا اور نور مطلق ہو کر فقر کے ایسے بلند ترین مقام پر اپنے آپ کو پہنچا دیا ، جہاں سے اوپر اور کوئی مقام باقی نہ رہا ۔ اور جہاں پر کوئی بزرگ اور ولی آپ کا ہمسر اور برابر نہ رہا ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

جائیکہ مَن رَسیدم اِمکان نہ ہیچ کَس را ۔۔۔ شہبازِ لامَکانم آنجا کُجا مگس را (۱)
عرش و قلم و کُرسی کونین رَہ نیابد ۔۔۔ اُفرِشتہ ہم نگنجد آنجا نہ جا ہَوَس را

چنانچہ آنحضرت کو خود حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے باطن میں دستِ بیعت فرمایا اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آپ کو نوری حضوری فرزند بنایا ۔ جیساکہ آپ فرماتے ہیں ۔

دَستِ بیعت کرد مَا را مُصطفےٰ ۔۔۔ فرزندِ خُود خوَاند است مَا را مُجتبیٰ
شُد اجازت بَاہُوؒ را از مُصطفےٰ ۔۔۔ خَلق را تلقین بکُن بہرِ خُدا
خَاکِ پایم از حُسین و از حَسَن ۔۔۔ معرفت گشت است بَرمَن انجمن

ایک دوسری جگہ اِرشاد فرماتے ہیں ۔ (۱)

فرزندِ خُود خواند است مَارا فاطمہؓ ۔۔۔ معرفت فَقر است بَرمَن خاتمہ

ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ایک دفعہ اس فقیر کو باطن

۱ ۔ کلید التوحید (قلمی) ، ص ۲۳

میں ہاتھ سے پکڑ کر حضرت محمدؐ مصطفٰے کے حضور میں لے گئے ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اِس فقیر کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا (خُذ یَدِیْ) "میرا ہاتھ پکڑ"۔ چنانچہ آپ نے مجھے دستِ بیعت کر کے تعلیم و تلقین فرمائی اور حکم فرمایا کہ اے باہُو! خلقِ خدا کی باطن میں امداد کیا کر کہ تُو مصطفٰے ثانی اور مجتبٰی آخر زمانی ہے ۔ بعد ازاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے مجھے حضرت پیر محبوب سُبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرّہُ العزیز کے حوالے کر کے فرمایا کہ یہ فقیر باہُو ہمارا نُوری اور حضوری فرزند ہے ۔ اِس کو آپ بھی باطنی تلقین اور ارشاد فرمائیں ۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر نے بھی اپنے باطنی فیض سے مالا مال فرمایا ۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں ۔

شہسوارے کرد چُون بَرمَن نگاہ　　　اَز اَزل تا اَبَد ے پویم براہ (۱)

غرض حضرت سلطان العارفین کو دستِ بیعت اویسی طور پر باطن میں حضرت سیّد الانبیاء محمدؐ مصطفٰی سے حاصل ہوئی اور حضرت پیر دستگیر محبوبِ سبحانی نے ہی آپ کو تعلیم و تلقین باطنی فرمائی۔ (۱)

گو مصنف "مناقبِ سُلطانی" نے اُن کے ہمعصر صوفیاء کا ذکر بھی کیا ہے جو اپنے دور میں ممتاز اور سر بر آوردہ مشائخ میں شُمار ہوتے تھے اور جن سے موصوف نے سلطان باہُو کے اکتسابِ فیض کی روایت بیان کی ہے ، مگر یہ عجیب اور حیران کُن بات ہے کہ سُلطان صاحب نے اپنی تصنیفات میں ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا ۔ سُلطان صاحب کے علو مرتبت سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ کہیں سے استفادہ کریں اور پھر اظہار تشکّر کے طور پر بھی اس کا ذکر نہ کریں ۔ وہ اپنی والدہ ماجدہ کی تربیّت کو یاد کرتے ہیں تو وَجد کی حالت میں پکار اُٹھتے ہیں :۔

سو بار ان کی والدہ پر آفرین کہ اُن کا نام باہُو رکھا ۔ حضرت محبوبِ سُبحانی سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی سے اپنی وابستگی اور اُن سے اخذِ فیض کا ذکر کرتے ہیں ، تو ان کے مرتبہ کے بارے میں یوں رطب اللّسان ہوتے ہیں :۔

"فی الحقیقت دُنیا کے تمام پیر اور مُرشد حضرت پیر دستگیر کے طالب اور مرید

---

۱ ۔ مناقب سلطانی ، ص ۱۹

ہیں ۔ اور حضرت پیر دستگیر دُنیا کے تمام اولیاء اور مشائخ میں سب سے افضل ، اعلیٰ اور بے مثل فرد فرید ہیں ـــــ طریقۂ قادری میں وہ برکت ہے کہ جو شخص ایک ہی بار یقین خاص اور صدق دل و اخلاص سے بزبانِ پاک کہہ دے ، "یا شیخ حضرت سیدّ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّہِ" ، اُس پر ابتداء سے انتہاء تک معرفت ، فقر اور ولایت کے تمام مقامات واضح اور روشن ہو جاتے ہیں"۔ (۱)

یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ سُلطان العارفین کو کوئی قابلِ قدر فیض اپنے وقت کے کسی شیخ سے حاصل ہو اور وہ اس کا ذکر بھی نہ کریں۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوُا وہ فرماتے ہیں کہ تِیس سال تک مُرشدِ کامل کی تلاش میں وہ اکثر کاملین عارفین سے ملے ، لیکن چونکہ آپ کو ازل سے ہی ذاتی انوار کی فطرتی طلب اور جستجو تھی ، اسلئے اس زمانے کے اسمائی ، صفاتی اور افعالی انوار اور تجلیات سے آپ کا قلبِ قلزم سَیراب نہیں ہو سکا ۔ چنانچہ آخر کار حقیقی باطنی فیض جس سے آپ کا وجود مبارک خود فیض رسانِ خلق بن گیا ، وہ آپ کو محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے وسیلہ سے حضرت علی اور رسول اکرم سے براہِ راست نصیب ہُوا ۔ آپ جب اس مرتبے پر فائز ہوئے ، تو ابتدائی دور کے لطائف و انوار اس کے مقابلے میں ہیچ نظر آئے ۔ اپنی تصنیفِ لطیف "توفیق الہدایت" میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ باطنی ذرائع سے انہیں جو فیض ملا ، اس نے انہیں "ظاہری مَرشد" کی حاجت سے بے نیاز کر دیا :۔

"جس شخص کا باطن اللہ تعالیٰ کا منظور نظر ہو اور اسے مجلس محمدّی کی حضوری حاصل ہو اور جناب رسول کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے تعلیم ، تلقین اور دستِ بیعت حاصل ہو اور جس نے ظاہر و باطن میں ہدایت نبوی کو اپنا رفیق بنایا ہوا ہو ، اس کو ظاہری مرشد کی کیا ضرورت ہے ۔ یہ میرا کہنا کسی کی حالت کے واسطے نہیں ، بلکہ خود میری یہ حالت ہے ، یا اس کی حالت کے واسطے جس پر یہ باتیں میں منکشف کروں یا دکھا دوں"۔ (۱)

---

۱ ۔ نورالہدیٰ (قلمی) ، ص ۱۲۰

۱ ۔ توفیق الہدایت مترجم (ملک چنن الدین) ، ص ۱۷
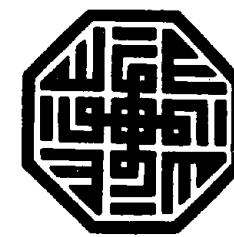
دیوان باھو

(فارسی معہ اردو ترجمہ)

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھو
ولا موجود فی الکونین لا مقصود الا ھو

چو تیغ لابدست آری بیا تنہا چہ غم داری
مجو از غیر حق یاری کہ لا فتاح الا ھو

بلا لا لا ہمہ لاکن بگو اللہ واللہ جو
نظر خود سوی وحدت کن کہ لامطلوب الا ھو

ھو الاول ھوالاخر بظہور آمد تجلی ہو
بذاتِ خود ہویدا حق کہ لا فی الکون الا ھو

الا ای یار شو فانی مگر ثالث مگو ثانی
ھو الواحد ھوالمقصود لا موجود الا ھو

ھو الھو ھو ھوالحق ھو ندانم غیر الا ھو
ھو الھو ھو ھوالحق ھو نخوانم غیر الا ھو

یکی گویم یکی جویم یکی در دل چو گل رویم
ہمون یک را بیک پویم نہ پویم غیر الا ھو

مجھے یقین حاصل ہے کہ اِس کائنات میں سوائے اُس (ذاتِ پاک) کے کوئی بندگی کے لائق نہیں،
اور کائنات میں کوئی بھی وجود (حقیقی) نہیں (اور) اُس (ذاتِ پاک) کے سوا نہ کوئی مقصود (بالذّات) ہے۔

تُو جب نفی (لا الٰہ الا اللہ) کی تلوار ہاتھ میں رکھتا ہے (تو) اکیلے ہی آجا (پھر) تمہیں کیا فکر ہے،
تُو حق (تعالیٰ) کے بغیر (کسی میں) وفا تلاش نہ کر کیونکہ اس (ذاتِ پاک) کے بغیر کوئی کارساز نہیں۔

نفی (کلمۂ طیب) کی لا سے ہر چیز کی نفی کر کے اللہ (تعالیٰ) کو پکار اور اللہ (تعالیٰ) کو تلاش کر،
اپنی نگاہ وحدتِ (ذات) پر رکھ کیونکہ اُس (ذاتِ پاک) کے سوا کوئی محبوب نہیں۔

وہی (ذات) اوّل ہے (اور) وہی (ذات) آخر ہے جس کا جلوہ ظاہر ہوا ہے۔
حق (تعالیٰ) اپنی ذات (حقیقی) کے ساتھ خود ظاہر ہے کیونکہ اس (ذاتِ پاک) کے سوا کائنات میں کوئی نہیں۔

خبردار، اے سالک! (اللہ تعالیٰ کی ذات میں) فانی ہو جا (اُسے) دو (اور) تین مت کہہ (مشرک نہ بن)

وہ (ذات) واحد، وہ (ذات) مقصود (ہے) اس (ذاتِ پاک) کے سوا کوئی وجود (حقیقی) نہیں۔
وہی وہ ذات (پاک) ہے وہی حق (ذات) ہے، میں اس (ذاتِ پاک) کے سوا کسی کو نہیں جانتا،
وہی وہ ذات (پاک) ہے وہی حق (ذات) ہے، میں اس (ذاتِ پاک) کے سوا کسی کو نہیں پکارتا۔

(اسے) ذاتِ واحد پکارتا ہوں، اُسی ایک کو ڈھونڈتا ہوں، اُسی ایک کو دل میں پھول کی طرح اگائے (بسائے) ہوئے ہوں،
اُسی ایک (واحد) کو میں ایک (واحد) ہی پاتا ہوں، میں اُس (ذاتِ پاک) کے سوا کسی کو نہیں پاتا۔

بگرد عالم چو گردیدم ھُوالحقّ ھُو پسندیدم
یکی خُواندم یکی دیدم ندیدم غیر الاّ ھُو

منم غمخوار خُود ہستم بجُز یا ھُو نہ در دستم
دِل و جان را بہ ھُو بستم نہ بستم غیر الاّ ھُو

میں نے جب پورے جہان میں گردش کی تو اسی ذات حق (تعالٰی) ہی کو میں نے چاہا'
مَیں نے اُسے ایک (واحد) ہی پکارا' ایک ہی دیکھا (اور) میں نے اُس (ذات پاک) کے سوا
کسی کو نہیں دیکھا۔

مَیں خُود اپنا غمگسار ہوں' اُس ذات پاک کے سوا میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے' میں نے دل و
جان کو اس کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے' میں نے اُس (ذاتِ پاک) کے سوا (دل و جان کو) کسی
سے آشنا نہیں کیا۔

(۲)

بیا ای عشقِ جان سوزان کہ مَن خُود را بتُو سوزم
اگر سوزی وگرنہ مَن یقین خُود را بتو سوزم

خَس و خاشاک مِیسوزی درونِ خُویش میجوشی
کنون مَاراشُدی روزی' بیا خود را بتو سوزم

مَکان خُود لامکان دَارم زِ زِندان غم بسی دارم
کنون روی بحق آرم' بیا خود رابتو سوزم

بَدم مردان سُخن گویم جمالِ یار می جویم
ھُوالحق رَا بَحق جویم' بیا خُود رابتو سوزم

دِلی با یار خُود بستم زِجانِ ہَم دَست خُود شُستم
چُون مَستان وَار مَن مستم' بیا خُود را بتو سوزم

اے جان کو جلانے والا عِشق! آجا' مَیں اپنے آپ کو تجھ سے جَلا ڈالوں'
اگر تُو جلا دے (تو مرحبا) ورنہ میں یقیناً اپنے آپ کو تجھ سے جَلا ڈالوں۔
تُو (جسم کے) تنکوں کو جلا ڈالتا ہے (اور) وجود کے اندر غَلبہ کرتا ہے'
اب ایک روز ہماری طرف توجہ فرما' آجا' میں اپنے آپ کو تجھ سے جَلا ڈالوں۔
میں لامکان کا مکین ہوں' (دُنیا کے) قَید خانہ میں سخت رنجور ہوں'
میں اَب حقّ (تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہوں' آجا' میں اپنے آپ کو تجھ سے جَلا ڈالوں۔
میں (عالی ہمت) مَردوں کی طرح بات کرتا ہوں' دوست کے حُسن کا مُتلاشی ہوں'
اُس حقّ (تعالیٰ) کو (اُسی کے نام) حقّ سے تلاش کرتا ہوں' آجا' میں اپنے کو تجھ سے جَلا ڈالوں۔

اپنا دِل دوست کے ساتھ وابستہ کر چکا ہوں' جاں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہوں'
(اب تو) متوالوں کی طرح مَست ہوں' آجا' مَیں اپنے آپ کو تجھ سے جَلا ڈالوں ۔

(۴)

بَبازیِ عِشق مِیبازم دِل و جان را فِدا سَازم
بدم مَنصور می نازم یقین خُود را فِدا سازم

عجب وَقتیست ای یاران اگر باشید غمخواران
شوید آگاہ دِلداران کہ مَن خود را فدا سازم

برلفِ یار دِل بَستم بہ بستن دِل چنان مَستم
دو عالم رفت از دَستم کنون خود را فدا سازم

زدَردِ دِل چنان خَستم زجان ہم دست خُود شستم
کنون از دردِ دل گُفتم کہ مَن خود را فِدا سَازم

فِدا سازم دِگر باری سَرِ خُود را بدِلداری
چہ خوش باشد نِکوکاری کہ مَن خُود را فِدا سَازم

مَیں عِشق کا کھیل کھیل رہا ہوں، دل و جان قُربان کر رہا ہوں،
مَنصور کی طرح (دل و جان قربان کرنے پر) فَخر کرتا ہوں، یقیناً خود کو قربان کر رہا ہوں۔
یہ ایک عجیب گھڑی ہے، اے دوستو اگر تم غمخوار ہو،
اے پیارو! جان لو کہ میں خُود کو قربان کر رہا ہوں۔
میں محبوب کی زُلفِ (عنبرین) سے دِل باندھ چکا ہوں، دل کی اِس گرفتاری پر اِس قدر بیخود ہوں،
(کہ) دونوں جہان ہاتھ سے دے بیٹھا ہوں، اب خُود کو قربان کر رہا ہوں۔
دردِ دل سے اِس قدر گھائل ہوں کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں،
اب دردِ دل سے کہتا ہوں کہ میں خُود کو قربان کر رہا ہوں۔
محبوب کے حضور میں ایک بار پھر اپنے سَر کو قربان کرتا ہوں،
کتنا پُرمسرت ہوگا یہ نیک کام کہ میں خُود کو قربان کر رہا ہوں۔

(۴)

ببازی عشق میبازم سَرِ بازار سر بازم
رهِ مَردان صَفا سازم سرِ بازار سر بازم
به میدان اَسپ می تازم تُوئی واقف نه از رَازم
چنین نَازیست می نازم سرِ بازار سر بازم
زجامِ عشق می خُوردم زہستی خویش خود مُردم
سعادت گوی خود بردم سرِ بازار سر بازم
بمَستی او چنان مَستم ز عالم دستِ خُود شُستم
زِشوقِ جان چُنان مستم سرِ بازار سر بازم
منم یاری چنان مَستم زاین و آن همَه رستم
کمر خُود را چنان بستم سرِ بازار سر بازم

مَیں عِشق کے کھیل کی بازی لگا رہا ہوں' سرِبازار سر کی بازی لگا رہا ہوں'
پاک باطن لوگوں کا راستہ اختیار کرتا ہوں' سرِبازار سر کی بازی لگا رہا ہوں۔
میدانِ (عشق) میں (ہمت کا) گھوڑا دوڑا رہا ہوں' تُو میرے راز سے واقف نہیں'
مجھے ایسا پیار حاصل ہے جس پر فخر کرتا ہوں' سَرِبازار سر کی بازی لگا رہا ہوں۔
میں نے جامِ عشق سے شراب حاصل کی (اور) اپنی ذات سے میں فنا ہو گیا'
میں سعادتمندی کا گیند لے اُڑا ہوں' سرِبازار سر کی بازی لگا رہا ہوں۔
اُس (محبوب کے عشق کے) سرُور میں اِس قدر متوالا ہوں کہ دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں'
رُوح کی (اِس) لگن میں ایسا مسرور ہوا ہوں (کہ) سرِبازار سر کی بازی لگا رہا ہوں۔
اے دوست میں ایسا مَست (اَلست) ہُوا ہوں کہ اِس (دنیا) اور اِس (جہان) کی وابستگی سے
آزاد ہو گیا ہوں'
میں نے اپنی کمرِ (ہمّت) اِس طرح باندھ لی ہے کہ سرِبازار سر کی بازی لگا رہا ہوں۔

(۵)

اَلَا اِی یار فرزانہ بیا با ما بمیخانہ
چُوں مردان باش مستانہ بکُن باجام پیمانہ
گرو باید مُصلّی را بدست آور قدح می را
مُصفّا کُن دِل و جان را مشو خود مَرد فرزانہ
چِہ شُد فرزانہ گر گردی بہ نیمی جو نمی ارزی
ہمان دم مرد میگردی شوی چون مَرد دیوانہ
لباسِ فقر می پوشی، شرابی چون نمی نوشی
چرا در مکر میکوشی کُنی چون قصّہ افسانہ
زافسان و فسون باید کہ خودھارا رھا آید
درین راھی کُجا آید بجُز مردانہ مستانہ
چومستان شو چہ مستوری کُجا جز بادہ مخموری
بکش یک جام در پیری قدم خود نہ بمیخانہ
بیا تنہا درین وادی ھوالواحد ھوالھادی
رسدھردم ترا شادی تو شو خود یار مردانہ
سخن از لا چہ میگوئی تو ھو باھو نمی جوئی
چرا باغیر میپوئی ھوا لھو گو چو مستانہ
چون مستان نوش این می را فنا کن ما و من خود را
بجو ای یار باھو را صلا زد پیر میخانہ

اے عقلمند دوست آگاہ ہو جاؤ، میرے ساتھ میخانۂ (معرفت) میں چلے آؤ،
مَردوں کی طرح مستانہ وار جامِ (معرفت) سے عہد کر لو۔
جائے نماز کو گروی رکھ کر شرابِ (معرفت) کا پیالہ ہاتھ میں لینا چاہئے،
دل و جان کو پاک و صاف کر کے عقلمند آدمی ہونے کا گھمنڈ چھوڑ دے۔
کیا ہوا تو اگر حکیم و دانا بھی بن گیا (مگر اس جہان میں تو) تیری قدر نیم جو کے برابر بھی نہیں،
تُو اُس وقت مَرد کہلا سکتا ہے جب (راہِ عمل میں) دیوانہ (وار) نکل پڑے۔
تم فقر کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو (مگر) اُس کی شراب نہیں پیتے ہو،
مکر (و فریب) میں کیوں لگے ہوئے ہو، بناوٹی باتیں کرتے ہو۔
(اس) بناوٹ اور ریاکاری سے اپنے آپ کو آزاد کر لینا چاہیے،
اس راہ (معرفت) میں مستانہ وار بہادر (سالک) کے بغیر کون داخل ہوتا ہے۔
(میخانۂ معرفت کے) متوالوں کی طرح (آزاد) ہو جا، تو کیوں چھپا ہوا ہے، (بھلا) شرابِ (معرفت) کے بغیر نشہ کیسے،
بڑھاپے میں ایک جام پی لے، اپنا قدم میخانۂ (معرفت) میں رکھ لے۔
وہ (ذاتِ پاک خود) واحد (اور) ہدایت کرنے والا ہے، تو اُس (فقر) کی وادی میں اکیلے آ جا،
تو (اے) موت خُود مَردوں کی طرح (اولوالعزم) ہو جا، تجھے ہمیشہ (وصل) کی شادمانی ملتی رہے گی۔
تو نفی (لا الٰہ الا اللہ) کی کیا بات کر رہا ہے (جبکہ) تو اُس ذات ھُو (حق تعالیٰ) (اور) ھُو کے ساتھ (رہنے والا) (مُرشد کامل) کو تلاش نہیں کرتے ہو،
تم غیر اللہ کے ساتھ کیوں وابستہ ہو، مستانہ وار وہی ھُو (ھُوالھُو) ہے کا نعرہ لگاؤ۔
اِس شرابِ (معرفت) کو متوالوں کی طرح پی لو، اپنی (نفسانی) انانیت کو ختم کر دو، پیرِ میخانہ نے
دعوتِ عام دے دی کہ اے دوستو باھُو کو تلاش کرو۔

(۶)

آمد خیالی در دلم این خرقہ را برھم زنم
تسبیح را ویران کنم سجادہ ر برہم زنم
چوب عصا برہم زنم دلق صفا پارہ کنم
فارغ زخود بینی شوم این خانہ را برہم زنم
من خویش را صحرا برم خود را زخود فارغ کنم
ازبہر این خون را خورم کین نفس راگردن زنم
جامی ز خمخانہ برم آن را یقین من میخورم
فارغ ز دنیا دین شوم آتش باین عالم زنم
با دوست خود مفتون شوم امروز چون مجنون شوم
تنہا بہامون میروم با بیخودی دم ہمزنم
چون خود نمائی در منم طاقت نیارد این دلم
بیمار جان باتن شدم با کوس رحلت ہمزنم
بایار بایاری شدم با دوست دلداری روم
زینجا زتن تنہا روم ھاھوی غوغا ہمزنم

میرے دِل میں ایک خیال آیا (کہ) اس گودڑی کو پھینک دوں'
تسبیح کو توڑ ڈالوں (اور) مُصلّا کو اُلٹ پلٹ دوں۔
دستی لاٹھی کو پھینک دوں' پاکیزگی کی گودڑی کے ٹکڑے کر ڈالوں'
خود پسندی سے کِنارہ کرلوں' اِس گھر کو ویران کردوں۔
مَیں اپنے آپ ویرانے کو چلا جاؤں' اپنے آپ سے فارغ ہو جاؤں'
مَیں اِسی لئے (اپنا) خونِ (جگر) پی رہا ہوں کہ اِس نفس (امّارہ) کو ختم کردوں۔
میں شراب خانہ سے ایک جام لے جاؤں (اور) اسے پورے یقین کے ساتھ پی لوں'
دِین اور دُنیا (کے انعامات) سے مُستغنی ہو جاؤں (اور) اِس دنیا (کی ہوس) کو آگ لگا دوں۔
اپنے محبوب کا شیفتہ ہو کر میں آج مجنوں کی طرح ہو جاؤں'
اکیلے ہی جنگل کو نکل جاؤں (اور) بیخودی میں مُستغرق ہو جاؤں۔
اگر مجھ میں خود نمائی ہو تو اِس دل میں قوّت نہیں رہتی'
روح اور جسم کو علیل پاکر (اس دنیا سے) کوچ (کرنے) کا نقارہ بجاتا ہوں۔
میں نے دوست کے ساتھ نباہ کرلی' (اس) غمخوار محبوب کے حضور چل پڑا ہوں'
اِس دنیا سے اکیلا نکلا ہوں (الوداع کا) شور و غوغا بھی کر رہا ہوں۔

(۷)

بَہَرِدَم از غَمش ہیہا وَلی یاریست بی پرواہ
نَدارم غیر او ماویٰ وَلی یاریست بی پرواہ
زعشقِ آن پری سوزم درونِ خویش میجوشم
تَبَہ شُد کار اِمروزم وَلی یاریست بی پرواہ
بہ عقلِ خویش معقولم بہ نزدِ خَلق مجَنونم
نشانہ وار این جانم وَلی یاریست بی پرواہ
طرِیقِ عشق میدانم زدرد اَوراق میخوانم
برُخِ دِلدار مفتونم وَلی یاریست بی پرواہ
شبی بازی دراندازم شَود ظاہر ہمہ رازم
سرِ خود را فِدا سازم وَلی یاریست بی پرواہ
منم یاری نہ آن یارم کہ دِل ازدوست بَردارم
بَہَرِدم خون جگر خوارم ولی یاریست بی پرواہ

تعجب ہے، میں تو ہر لمحہ اُسی کے غم میں ہوں مگر وہ محبوب بے نیاز ہے،
اُس کے بغیر میری منزل نہیں، مگر وہ محبوب بے نیاز ہے۔
میں اُس حسین کے عشق سے جل رہا ہوں، وجود میں پیچ و تاب کھا رہا ہوں،
میری (امیدوں کی) کھیتی آج برباد ہو گئی، مگر وہ محبوب بے نیاز ہے۔
میں اپنے اِدراک میں بالکل معقول ہوں (لیکن) مخلوق کے خیال میں دیوانہ ہوں،
میری جان ان (واردات) کا نشانہ بنی ہوئی ہے، مگر وہ محبوب بے نیاز ہے۔
میں عشق کے راستہ سے واقف ہوں، درد کے ورق (پلٹ پلٹ کر) پڑھ رہا ہوں،
میں محبوب کے رُخ (انور) پر عاشق ہوں، مگر وہ محبوب بے نیاز ہے۔
میں کسی شب (ہجر) کھیل کر دکھاؤں گا اور میرے عشق کا سارا راز فاش ہو جائے گا،
اپنا سر قربان کر دوں گا، مگر وہ محبوب بے نیاز ہے۔
میرا تعلق اور عشق ایسا نہیں کہ دوست سے دل ہٹا بیٹھوں،
میں تو ہمیشہ جگر کا خون پی رہا ہوں، مگر وہ محبوب بے نیاز ہے۔

(۸)

ایا والیِ معلیٰ کُن وفادارانِ خُود ھا را
تُوئی مولیٰ مزکیٰ کُن جفاکارانِ خُود ھا را

بقُربِ خویش را ہم دہ دلِ دیوانہ ءِ مارا
مکُن بیدل مہجوری تو غمخوارانِ خُود ہا را

طبیبان جُملہ می ہستند دُوا ہرگز نمی دانند
نظر رحمت مداوا کُن بہ بیمارانِ خُود ہا را

بسی گریم زشوقِ تو بسی نالم زدردِ تو
نظر فضلی فراوان کُن بمشتاقانِ خُود ھا را

اگر این یار مشتاق است گدای شب کہ بیدار ست
نباید سخت بیرحمی بدرویشانِ خُود ہا را

اے مالکُ اپنے وفاداروں کو برتری عطا فرما'
تُو ہی تو آقا ہے' اپنے گنہگاروں کو پاکیزگی عطا فرما۔
ہمارے دیوانہ دل کے لئے اپنے وِصال کی رضامندی عطا فرما'
تُو اپنے دوستوں کو (غم) ہجر کے باعث نااُمید نہ فرما۔
تمام معالج موجود ہیں مگر کوئی بھی (دردِ عشق کا) علاج نہیں جانتا'
اپنے بیماروں کا علاج اپنی نظرِ رحمت سے فرما۔
میں تیرے شوق میں بہت رویا (اور) تیرے دَرد میں بہت فریاد کی
اپنے عُشاق پر بخشش کی نظرِ عام فرما۔
اگر یہ (بندہ) عاشق ہے' شب بیدار فقیر ہے'
(تو اپنے ایسے) درویشوں پر سخت بیرحمی نہیں فرمانی چاہیے۔

(۹)

باجام بادہ ساقی فی الصبح مرحبا
بالعین انتظارم الوصل مرحبا

کس نیست ہمچو من کہ اسیر محبتم
محنت بسی کشیدم یا نور مرحبا

در دل خیال وصلت در راہ انتظار
شب و روز بیقرارم محبوب مرحبا

کس نیست یار ما کہ بنو شد شراب عشق
با مابدہ تو بادہ باجام مرحبا

جان را زدرد دوری غمہا بسی رسید
دل و جان فدای بادا مطلوب مرحبا

صبح کے وقت شرابِ (معرفت) کے ساتھ اے ساقی (مرشدِ کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو آئے' خوش آمدی'

آنکھ وصل کے انتظار میں ہے' تو آئے' خوش آمدی۔

میری طرح اسیرِ محبت کوئی نہیں ہے'
میں نے (ظلمتِ ہجر میں) بہت دکھ جھیلے ہیں' اے روشن (محبوب) تو آئے' خوش آمدی

انتظار کے (کٹھن) سفر میں میرے دل میں تیرے وصال کا خیال (رہتا) ہے'
میں شب و روز بیقراری (کے عالم) میں ہوں' اے محبوب تو آئے' خوش آمدی۔

شرابِ عشق پینے والا کوئی ہمارا دوست نہیں ہے'
تو ہمیں شراب (عشق) عطا فرما' تو جامِ (شراب کے ساتھ) آئے' خوش آمدی۔

اس جان کو دوری (اور مسافت) کے درد سے بہت دکھ پہنچے ہیں'
(میرے) دل و جان (آپ پر) قربان ہوں' اے (میرے) مقصود' تو آئے' خوش آمدی۔

(۴)

از ذاتِ حقّ تعالیٰ اعلام بِی نُوا را
" گر عاشقِ تو مائی کُن ترک ماسویٰ را

ماذاتِ ذُوالجلالیم و اَز کبریا کمالیم
ماشاہ با عطائیم از ما بجو تو مارا

مَن ذاتِ بی نشانم فارغ زاین و آنم
کس راغمی نَدارم غمخوار باش مارا

مَن با تو مہر بانم بس شوق با تو دارم
ذوقِ دِگر نَدارم جزُ قربِ تو گدا را

گر شوقِ وصل داری باما بکُن تو زاری
ما مجو تو یاری خود یار باش مارا"

(اس) فقیر کو حقّ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہُوا'
"اگر تو ہمارا عاشق ہے تو ماسوا (اللہ) کو ترک کر دے۔
ہم عزّت اور عظمت کی بڑائی والی ذات (پاک) ہیں'
ہم بخشش کرنے والے بادشاہ ہیں تو (ہماری عطا میں سے) ہم کو تلاش کر۔
مَیں بے نشان ذات ہوں' اسباب سے مُنزّہ ہوں'
مجھے کوئی غم نہیں' تُو ہمارا دوست ہو جا۔
مَیں تجھ پر مہربان ہوں تجھ سے بہت رغبت (و تعلق) فرماتا ہوں'
تجھ (جیسے) فقیر کو اپنا قُرب عطا فرمانے کے بغیر مجھے کسی اور چیز کی نشاط نہیں ہے۔
اگر تُو (ہمارے) وِصال کا شوق رکھتا ہے تو ہماری بارگاہ میں زاری کر'
ہمارے بغیر تُو کسی کی دوستی اختیار نہ کر تُو ہمارا ہی دوست بن جا۔"

(۱)

مُبتلا دَر عِشق گشتم صبرِ مایاران کُجا ست
سخت بیماریست دَر جان مرہمِ جانان کُجاست

مَن زِسوزِ ہجرِ او خوُن گریہ کردم روز و شب
طاقتِ دوری نَدارم شاہِ غمخواران کُجاست

از بَرای دیدنِ رُخ ماہ وشِ دلدارِ خویش
شوق در جانم بسی آن ماہِ مشتاقان کُجاست

اِشتیاق ازَحد گذشتہ جانبِ جانانِ ما
وَصلِ جانان کی شَود آن گلشِن شاہان کُجاست

ماسوی المحبوب شَوقی نیست درجانِ مرا
گُلرخ و سیمین تَن وآن نَرگسِ مَستان کُجاست

این نہالِ بَدنِ مَن از تشنگی گشت ست خُشک
جوی دہانم خُشک گشتہ آن اَبرباران کُجاست

گردِ کُویش گِریہ کردہ یار بہرِ یارِ خویش
لب لِسانم خُشک گشتہ بحرِ بی پایان کُجاست

مَیں عِشق میں مبتلا ہوں' اے دوستو ہمارا صبر (بھلا) کہاں ہے'
رُوح میں شدید علالت ہے' محبوب کا مرہم (وصال) کہاں ہے۔
مَیں نے دِن رات اُس (محبوب) کے ہجر میں مبتلا ہو کر خون کے آنسو بہائے ہیں'
میں دُوری کی طاقت نہیں رکھتا' وہ دوستوں کا مالک کہاں ہے۔
چاند جیسے چہرے والے دلدار کی صورت دیکھنے کے لئے'
میری روح میں بہت محبت (بسی ہوئی) ہے وہ عُشاق کا چاند کہاں ہے۔
محبوب کے لئے ہمارا شَوق حَد سے زیادہ بڑھ چکا ہے'
(اس) محبوب کا وصال کیسے میسر ہو گا وہ (معرفت کے) بادشاہوں کا پھُول کہاں ہے۔
میری روح میں محبوبِ (حقیقی) کے بغیر (کسی کا) عشق نہیں'
وہ گُل رخ' سیمین تَن اور مَست نَرگسی (آنکھوں والا محبوب) کہاں ہے۔
یہ میرے جِسم کا پوَدا تشنگی کے باعث خُشک ہو چکا ہے'
میرے منہ کا لعاب خشک ہو چکا ہے' وہ (رحمت کا) بادل (اور) بارش کہاں ہے۔
دوست نے اپنے محبوب کے لئے اُس کی گلی کے گرد (طواف کرتے ہوئے) آنسو بہائے'
میرے لب (اور) زبان خشک ہو چکے ہیں' (وہ رحمت و حُسن کا) بحرِ بیکراں کہاں ہے۔

(۴)

آشفته دلِ خویش درین دار فنائیم
بنمائی رُخِ خویش که مُشتاق لقائیم

کس نیست چو مابیدل دَر ہجر تو ای یار
مغموم درین عالم بافقر و فنائیم

باما ستم و ظُلم مکُن جور و جفارا
کوتاه بکُن قصّه که مہجور بماندیم

کس نیست که تدبیر کُند سوزِ دلِ ما
بیچاره که مایار بجُز یار بماندیم

ای دوست بسی نالم در ہجر توهیهات
مجنون صفت آشفته و حیران بماندیم

ہم اِس جہانِ فانی میں پریشان دل (لئے بیٹھے) ہیں،
اپنا چہرۂ (انور) ظاہر فرما کیونکہ ہم دیدار کے آرزومند ہیں۔
اے دوست! تیرے ہجر میں ہماری طرح کوئی بھی ولدادہ نہیں ہے،
ہم اِس دنیا میں فقر و فنا کی حالت میں (محو) غم ہیں۔
ہمارے ساتھ ظُلم و ستم (روا) نہ فرما، جَور و جفا کی (حکایت)
داستان ختم فرمایئے کیونکہ ہم (آتش) ہجر میں مبتلا ہیں۔
کوئی بھی نہیں جو ہمارے سوزِ دل کے لئے چارہ جوئی کرے،
(وہ دِل) بیچارہ جو ہمارے ساتھ ہے، ہم (وصلِ) محبوب سے محروم ہیں۔
افسوس ہے اے دوست! میں نے تیرے ہجر میں بہت آہ و زاری کی،
مجنوں کی طرح ہم حیران و پریشان ہو کر رہ گئے ہیں۔

(۴۳)

خدایا کن تو بر من مہربانی
کہ جز تو نیست دردم را تو دانی

فتادم کوی تو بیمارِ عشقت
مدادا کن طبیبا نبض دانی

ندیدم در جہان جز تو طبیبی
طبیبا حاذقا دردم تو دانی

ز دردِ دل بسی آہ است و نالہ
ز شوقِ جان ضمیرم را تو دانی

کہ داند جز تو حالِ دردمندان
یقین دانی تو حالِ یار جانی

اے خدا تو مجھ پر مہربانی فرما ،
کیونکہ تیرے بغیر کوئی نہیں، تو ہی میرے غم کو جانتا ہے۔
تیرے عشق میں مبتلا ہو کر تیرے کوچہ میں پڑا ہوں،
اے طبیب، علاج فرما، تو نبضِ (جان) کو سمجھتا ہے۔
دنیا میں تیرے بغیر میں کوئی معالج نہیں دیکھتا،
اے طبیب، اے حاذق تو میرے درد سے واقف ہے۔
دردِ دل کے باعث بہت زیادہ نالہ و فریاد رہتا ہے،
(میرے) روح کے اشتیاق سے تو میرے باطن کو جانتا ہے۔
تیرے بغیر عشاق کا حال کون جانتا ہے،
اے محبوبِ جان، یقیناً تو حال سے واقف ہے۔

(۱۴)

بَر رُخش زَیبا چو دِیدم نَقش وخَال
باز ماندم مَاورائش زِقیل و قَال

حَرفِ حُسنش بَردِلم وَاضح بماند
بَس نگر دو لب زِلسانم زِین مقال

لعل لب عَارض چُو گُلگُون دِلربا
نِیست مِثلش دَرجهان اندر جُمَال

کَس نَدیده دُرجهان بادیدهٔ
چُونکہ دِیدم حُسنِ او را باکمال

تاکہ دِیدم حُسنِ رُو را بالیقین
جُز جمالش را نہ بینم دَرخیال

عاشق اَندر حُسنِ او دائم نگر
تابمانی دَرجهان خود حُسن و خال

بَرامُیدِ وَصلِ اُو دِل زنده دار
یَکزَمان گوید ترا بَاری تعَال

میں نے اُس کے خوبصورت چہرے پر جو خدّ وخال دیکھے'
(تو بات کرنے سے) عاجز ہو کر رہ گیا' (کیونکہ اُس کا حسن) بیان سے بلند ہے۔
میرے دِل پر اُس کے حُسنِ (اَزلی) کے اثرات ثَبت ہو کر رہ گئے'
میرے زبان ولب اس کے بیان سے نہیں رُکتے (اگرچہ وہ ماورائے بیان ہے)
(اس نظارہ میں) سُرَخ ہونٹ (اور) پھُول جیسے رُخسار والا محبوب (تھا)
جس کی مثال دنیائے حُسن میں ممکن نہیں ہے۔
اِس دنیا میں کسی نے بھی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو گا'
جس طرح کہ میں نے اس کا حُسنِ کامل دیکھا ہے۔
میں نے جب سے اُس کے چہرے کا حُسن یقینِ (کامل) کے ساتھ دیکھا ہے'
اپنے (تصوّرو) خیال میں سوائے اُس کے حسنِ (حقیقی) کے نہیں دیکھتا ہوں۔
اے عاشق' اس کے حسن میں ہمیشہ دیکھ (محو ہو جا)'
تاکہ تُو (خود) اس جہان میں (اسی کے عکس کا) حُسن اور نشانِ (زَیبا) ہو جائے۔
اس (مالک حقیقی) سے ملاقات (اور وصال) کے لئے تُو اپنے دل کو بیدار رکھ'
وہ باری تعالیٰ تو تجھے ایک زمانہ سے (قرآن حکیم اور دیگر الہامی کتب میں) فرما رہا ہے۔

(۱۵)

ثبتوا اقدامکم ای سالکان
راه ملامتها بجو ای صادقان
کس نجوید غیر صادق راه چنین
دائما خوش باش باهم مفلسان
مفلسان را توشهء خود مفلسی ست
صادقان آیند درین راه خونفشان
زاهد و عابد ز دنیا در گذشت
همتِ عارف مکان تا لا مکان
جود عارف را به بین اندر طریق
خود فنا گردد به یاری بی نشان
یار سر بازی بکن در راهِ عشق
زانکه سر بازیست بازی عاشقان

اے طالبانِ حق، ثابت قدم رہو،
اے سچے طلبگار، (دنیا والوں کا) تند و تیز (بُرا بھلا کہنا) برداشت کرو۔
ایسا راستہ سوائے راستباز کے کوئی اختیار نہیں کرتا،
تو ہمیشہ (دنیا میں) محتاج لوگوں کے ساتھ خوش رہ۔
نادار کے لئے مفلسی خود اس کے لئے زادِ راہ ہے،
اس راہِ (طریقت) میں سچے (عشاق) خون (کے آنسو) بہاتے ہوئے آتے ہیں۔
زاہد اور عابد دنیا سے گزر جاتا ہے،
عارف کا حوصلہ مکان (ناسوت) سے لامکان (لاھوت) تک جا پہنچتا ہے۔
راہِ (طریقت و حقیقت) میں (مردِ) عارف کی مردانگی دیکھنا،
اس بے نشان محبوبِ (حقیقی) کے لئے اپنے کو فنا کر دیتا ہے۔
اے دوست عشق کے راستہ میں قربان ہو جا،
کیونکہ عاشقوں کا کھیل سر قربان کرنے میں ہے۔

لہ ○ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورۃ ۴۷-۷) اور تمہارے قدم جمادے گا (اللہ تعالیٰ)

(۲۱)

تعالیٰ اللہ چہ زیبا روی دلدار
چو حسنش دیدم و دل گشت گلزار
منوّر گشت جانم ہمچو خورشید
ہویدا گشت برما جملہ اسرار
دلم چون دید آن نورِ تجلّی
معلّیٰ گشت باماشد باقرار
کہ لا مقصود فی الکونین مارا
ھواللہ احد موجود بس یار
فناشد ماومن خود جملہ او ماند
نماندہ غیر او شد رنگِ رخسار
نماید صورتِ خود خویش ہردم
بہ حسنِ صورتِ بی مثل در یار
بکن سجدہ بہ پیشِ روی معشوق
تو باھُو باش دائم ہمچو غمخوار

اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہے، محبوب کا چہرہ کسقدر حسین ہے،
میں نے جب اُس کا حُسن دیکھا اور دل باغ و بہار ہو گیا،
میری روح سُورج کی طرح روشن ہو گئی،
ہم پر تمام راز (بھی) ظاہر ہو گئے۔
میرے دل نے جب اُس نور کا جلوہ دیکھا،
بلند مراتب پا گیا (اور) ہمارے ساتھ (وحدتِ ذات کو) تسلیم کر گیا۔
کیونکہ ہمارے لئے دونوں جہان میں سوائے اُس کے کوئی مقصود نہیں،
وہی دوست کافی ہے وہی اللہ واحد (ہی) موجود ہے۔
ما و من (کی انانیت) ختم ہوئی، سب کچھ وہ خود ہو کر رہ گیا ہے،
اس کے بغیر کچھ نہیں رہا، (کائنات کے) چہرہ میں اُسی کا رنگ ہے۔
وہ اپنا دیدار ہر وقت ظاہر فرماتا ہے،
محبوب کے لاثانی حُسن کی صورت میں (وہ ظاہر ہے)۔
محبوب کے چہرہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جا،
باھُو تو ہمیشہ ہمدرد (و پرستار) کی طرح رہ۔

(۱۷)

نیست کس محرم کہ پیغامم رساند یار را
وز حقیقت حال ما آگہ کند دلدار را
کین ستم بیحد مکن ظالم مشو ای جانِ من
ای بی گنہ مارا مکش خنجر مزن بیمار را
با بیکسان خود مشفقی بر بیدلان قاہر شدی
برما چرا ظالم شدی برقع مکن رخسار را
دردیکہ دارم در دلی آنرا تو دانی مرہمی
یا طبیبُ العاشقان داروبدہ بیمار را
مسکین غریبِ بی نوا باری ز تو جوید جفا
بہرِ خدا درمان بدہ این عاشق غمخوار را

کوئی بھی ایسا رازدار نہیں جو میرا پیغام محبوب تک پہنچادے‘
اور میرے حقیقتِ حال سے (اُس) محبوب کو آگاہ کردے۔
کہ اے جان من زیادہ ظلم اختیار کرکے ظالم نہ بن‘
اے (حبیب) ہمیں بے وجہ قتل نہ کر(اور) بیمار پر خنجرِ(فراق) کے وار نہ کر۔
تو مسکین لوگوں پر تو مہربان ہے (پر اپنے) عشاق پر سخت گیر ہے‘
تو ہم پر کیوں ستم فرما رہا ہے‘ (اپنے) چہرہ(انور) پر حجاب نہ ڈال۔
ایک دل میں جو درد میں لئے ہوئے ہوں‘ تو اس کا علاج جانتا ہے‘
اے عاشقوں کے طبیب بیمار کو دوا عطا فرما دیجئے۔
مسکین (اور) فقیر نے ایک بار تیرے ہی ستم کو اُٹھالیا ہے‘
خدا کے لئے اس غمخوار عاشق کا علاج فرما۔

(۱۸)

آشکار ست عشق پنهان نیست
همچو ما در جهان رسوا نیست

آه ازین سوزِ بی قرار یها
درد دارم و لیک درمان نیست

کاشکی زین خیال باز رهم
لیک آن هم عنان بدستم نیست

بردلم همچو لاله داغ بماند
چون کنم نظر تو مجالم نیست

یار هرگز زتو نتابد رو
زانکه اورا بجز تو دیگر نیست

عشق بالکل عیاں ہے، چھپا ہوا نہیں ہے،
دنیا میں ہمارے جیسا کوئی خوار (وزبوں حال) نہیں ہے۔
ان بیقراریوں کے سوز (ودرد) پر افسوس ہے،
(کیونکہ) میں درد تو رکھتا ہوں مگر (اس کا) علاج نہیں ہے۔
کاش میں اس خیال سے باز آجاتا،
لیکن اس (خیال) کی باگ ڈور بھی تو میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔
میرے دل پر لالہ کی طرح داغ پڑ گیا ہے،
تیری جانب نظر بھی تو کیسے کروں مجھ میں (وہ) طاقت نہیں ہے۔
محبوب تجھ سے ہرگز منہ نہ موڑے گا،
کیونکہ اس کے لئے تیرے جیسا (عاشق) اور کوئی نہیں ہے۔

(۱۹)

با دوست دلنواز سخن جز وصال چیست
حسنش چو بی مثال سمن زلف خال چیست
بی مثل خواند خود را از جمله بی نیاز
تشبیه گفتن آنجا خام خیال چیست
دانی که دست وصل بدامن نمی رسد
عقلت چو ناقص است سخن از کمال چیست
مقصود جملہ عالم و محبوب عاشقان
مذکور غیر وصف جلال و جمال چیست
ای یار گر تو طالبی مطلوب خود شناس
مطلوب عین طالب زو قیل و قال چیست

مہربان محبوب کے ساتھ (دولتِ) وصال کے بغیر اور کیا تذکرہ (مناسب) ہو سکتا ہے'
اُس کا حُسن جب بےمثال ہے تو (اس کی تشبیہ میں) چنبیلی کے (حسین) پھول' (سیاہ) زلفوں (اور) خالِ (پُرفتن کو پیش کرنے کی) کیا حاجت ہے۔
اس بے نیاز نے اپنے آپ کو سب سے بےمثال قرار دیا ہے'
اس کے مقامِ عالی کے سامنے کوئی تشبیہ کہنا (کتنا) ناپختہ خیال ہے۔
تیرا خیال ہے کہ دامنِ وصال تک ہاتھ نہیں پہنچ پاتا'
(دراصل) تیری عقل چونکہ ناقص ہے اس لئے (اس ذاتِ عالی صفات) کمال تک اس کی رسائی کہاں!
(وہ محبوبِ حقیقی) تمام کائنات کا مقصود اور عشاق کا محبوب'
جس کے جلال و جمال کے اوصاف کے بیان کے بغیر (اور) کیا ہو سکتا ہے۔
اے دوست تو اگر طالبِ (حقیقی) ہے تو اپنے مطلوب کو پہچان'
(جب) طالب کی دیدگاہ (خود) مطلوب (حقیقی کی ذات) ہے تو وہاں قیل و قال کی کیا گنجائش ہے۔

(۲۰)

بارہا گفتم ترا دل بارہا
گرد این ہرگز مگرد این کارہا
تو نہٴ واقف زِ دردِ دلبران
عشق آسان نیست مشکل کارہا
بوالہوس گر رو براہش آورد
می خلد در پای ہایش خار ہا
جای آسایش ندیدی ای دلا
بالیقین دان شعلہ ہای نارھا
دم زدن در راہِ عشق یار نیست
پارہ شو در راہِ او صد پارہا

(اے) دل میں نے تجھے بار بار کہا،
(کہ) اِن (عشق) کے اُمور کے پیچھے ہرگز نہ پڑنا۔
تو حسینوں کے غم (کے معاملہ) سے آگاہ نہیں ہے،
عشق آسان نہیں (اس میں بڑے) مشکل کام (آتے ہیں)
اس (محبوب) کے راستہ کو جب کوئی ہوسناک رُخ کرلیتا ہے،
تو اس کے پاؤں میں (نفسانی خواہشات کے) کانٹے چبھنا شروع ہو جاتے ہیں۔
اے دل تو نے کوئی آرام کی جگہ نہیں پائی،
تو اب (عشق کی) آگ کے شعلوں کو یقیناً سمجھ لے۔
محبوب کے عشق کی راہ میں دَم نہیں مارا جا سکتا،
اُس کے راستہ میں (مسلسل مسافت طے کرتے ہوئے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ۔

(۴۱)

کارہا این مشکل است این کارہا
زارہا باید دِل خود زارہا
تا زمینِ دِل نگردد لائقش
کی برآید از گِلی گلزار ہا
دِل زدِ ستم رفت جانم شد خراب
تارِ زلفش چونکہ دیدم مارہا
بر مرادِ کس نہ گردد ہیچ چیز
تا چہ سازند عاشقان بیچارہا
یار باید جان فدا خود کردنیست
غیرِ جان دادن ندیدم چار ہا

(بار بار کہتا ہوں کہ) یہ (عشق کے) کام مشکل ہیں،
اپنے دِل کو بہت زیادہ غمناک کرنا ہوتا ہے۔
جب تک دِل کی زمین اُس (محبوب) کے لائق نہ ہو جائے،
تو کس طرح کسی خاک (دل) سے (بہارِ وصل کے) پھول کھلیں گے۔
دِل میرے ہاتھوں سے چلا گیا (اور) میری جان تباہ ہو گئی،
جب میں نے اُس کی زلفوں کو سانپوں کی طرح (بل کھاتے ہوئے) دیکھا۔
(دنیا میں) کوئی چیز بھی کسی شخص کی مراد پر پورا نہیں اترتی،
تو اس سے عشاق بیچارے کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔
(اے) دوست اپنی جان کو قربان کر دینا چاہیئے،
میں نے جان دینے کے بغیر کوئی چارہ نہیں دیکھا۔

(۲۲)

تَارہا زُلفش چو دِیدم مَارہا
پارہا گشتہ دِلم چُون پَارہا
کارہای جُملہ مُشکل مَاندہ اَست
زَارہا باید دِلِ خُود زَارہا
صُورتِ حُسنش مَبین اَی بَی خبر
نُور ہا اِین نِیست جُملہ نَارہا
یَار با خوبان تو ہرگز دِل مَدِہ
تانباشی ہمچو ما غَمخوارہا
دِین بِدستِ خُود چو مَا بگذاشتیم
تاچہ کار آید مَرا زَنّار ہا

میں نے جب اُس کی زُلفوں کے تار سانپوں کی طرح دیکھے'
تو میرا دل شکرپاروں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔
تمام کام مشکل پڑے ہوئے ہیں'
اپنے دل کو بہت ہی غمزدہ کرنا ہوتا ہے۔
اے بے خبر (سالک) تو اس کے حُسن کا نظارہ مت کر
یہ اَنوار تو نہیں (مگر) تمام کا تمام (تجھے جَلا دینے والی) آتش ہیں
اے بھائی تو محبوبوں کو ہرگز دل نہ دے'
تاکہ تو ہم جیسے ہمدردوں (کے حال) کی طرح نہ ہو جائے۔
ہم نے اپنے ہاتھ سے دِین (کی زبانی اور فروعی رسومات) کو چھوڑ د
کیونکہ یہ (رسومات کے) زنّار کیا کام دیں گے۔

(۲۳)

وَ ھُوَ مَعَکُم اَ ینَمَا کُنتُم نگر
وَرنہ خواندی رَو تو دَر قرآن نگر
قُربِ حقؔ با تو چنان دَارد یقین
تو ہَمِیدانی کہ ازما دُور تر
کاشکی از قُربِ او وَاقف شوی
تانہ گِردی گِردِ دُنیا دَر بَدر
یَار منزل دوستان خود دور نیست
چشم بَاید تا شوی صَاحب نظر

اور وہ تمہارے ساتھ ہے[1]، تم جس طرف بھی دیکھو،
اور اگر تم نے یہ نہیں پڑھا تو جاؤ قرآن مجید میں دیکھو۔
حقؔ تعالیٰ کا قُرب تمہارے ساتھ اِس قدر یقینی ہے،
(مگر) تو جانتا ہے کہ وہ ہم سے دُور تر ہے۔
کاش تو اس (ذاتِ پاک) کے قُرب سے واقف ہو جاتا،
تاکہ دُنیا میں دَربدر نہ پھرتا۔
اے سالک دوستوں کی اپنی منزل (تو کوئی) دُور نہیں ہے،
(بَس) صاحبِ نظر ہونے کے لئے (دِل کی) آنکھ چاہیئے۔

[1] وَھُوَمَعَکُم اَیْنَ مَا کُنتُمْ (سُورۃ ۵۷-۴) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو

(۲۴)

حَقّ تعالٰی بِالیقین حاضر نگر
چَند ریزی از درونِ خُون جِگر
قُربِ حَقّ نزدیک مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
تو جَمالش را نہ بینی بی بَصر
چُون حِجابِ مَاو مَن آمد مِیان
زان سَبب بینی بیابان بیشتر
وادی اَی طَی کُن زِخُود نزدیک آ
مَنزلِ جانان بہ جانِ خُود نگر
یار دلبر خُود زخود نزدیک دان
ھان مشو از قُربِ جانان بی خبر

تو یقینِ (کامل) کے ساتھ حقّ تعالٰی کو موجود دیکھ'
تو اپنے اندر سے کس قدر جگر کا خون بہاتا رہے گا۔
حقّ تعالٰی کا قُرب (تو) شہ رگ[۱] سے بھی زیادہ نزدیک ہے'
تو اس کا جمال (چشمِ باطن کے) نابینا ہونے کا باعث نہیں دیکھتا۔
جب مَاو مَن (کی اَنانیت) کا پردہ درمیان میں آگیا'
تو اسی وجہ سے تجھے (جدائی کے فاصلہ کا) بیابان زیادہ نظر آرہا ہے۔
اس (خودبینی کی) وادی کو طے کر کے اپنی ذات کے قریب آجا'
(اور) محبوب کا مقام اپنی رُوح میں دیکھ لے۔
اے سالک اپنے محبوب کو اپنے سے قریب جان لے'
خبردار ہوجا' محبوب کے قُرب سے بے خبر نہ رہنا۔

۱۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (سُورۃ ۵۰-۱۶) اور ہم دل کی رگ سے بھی اُس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

(۲۵)

قلبِ مومن مِرآۃُ الرّحمٰن یقین
جز جمالش را مبین دروی یقین

ماسوایش جملہ از خود دور کن
تا جمالش را بہ بینی بالیقین

گر بہ بینی غیر حقّ ناچیز دان
زنگ زدہ آئینہ ماندہ بالیقین

زنگ از دل دور کن صیقل بزن
لایزل لاصیقل آمد بالیقین

ذکر ھُو را دمبدم باھُوؒ بساز
تا بہ بینی نور آن اندر یقین

باجمالِ حقّ جمالِ اللہ بین
یار بین، حقّ بین مبین جز بالیقین

یقیناً مومن کا دِل رحمٰن (جلشانہٗ) کا آئینہ ہے،
اس میں یقین کے ساتھ سوائے اس کے (عکسِ) جمال کے نہ دیکھ۔
اُس (کی ذات پاک) کے سواسب کچھ اپنے سے دُور کردے،
تاکہ تو یقیناً اسی کا جمال دیکھے۔
تو اگر حقّ (تعالیٰ) کے سوا (کچھ) دیکھے (تو اسے) بے حقیقت سمجھ،
(وہ تو) قطعاً مَیل خُوردہ شیشہ ہو کر رہ گیا ہے۔
دل سے (ماسوا اللہ کا) زنگ دور کردے (اور اُسے) صاف وشفاف کردے،
یقیناً (اس میں) دائم (و) مظہر (ہستی کا جلوہ) آئے گا
(اے) باھُوؒ ہمیشہ ھُو کا ذکر قائم رکھ
تاکہ تو اس (ذات پاک) کا نُور یقینِ (کاملہ) سے دیکھ لے۔
حقّ (تعالیٰ) کے جمال (وحدت الوجود و شہود میں محو ہو کر) اللہ (تعالیٰ) کا حُسنِ (ذاتی) دیکھ
محبوب (حقیقی) کا دیدار کر، حقّ تعالیٰ کو (دِل میں) دیکھ (اور نفس سے پاک ہو کر) یقین کے بغیر مشاہدہ نہ کر۔

(۲۶)

چو اَینَمَا تَوَلّوا شُد قبلہ ء حَقیقت
جہتی دِگر نَدارم جزُ صاحبِ حَقیقت
دِل مَسجد الحرام یَقین قبلہ ء مَن است
شوقِ دِگر نَدارم جزُ شوقتِ حقیقت
بیرون مَنہِ قَدَم زِ شریعت مُحمّدی
گر عارفی تو مَحرم اسرار الحقیقت
باھُوَ بذِکرِ ھُوَ ھُوَ دائم تو شُغل دار
ھُو ھُوَ بکُن تو ھُوَ ھُوَ ھای حَقِ حقیقت
ای یار قبلہ ہَر کس دارد بقدرِ خویش
تو قبلہ ء ہمان کُن کو قبلہ ء حقیقت

جب (آیت کریمہ میں) تم جدھر بھی رُخ کرو (اُسی کی ذات کو پاؤ گے) قبلۂ حقیقت (تعیّن) ہو گیا'
(اُس) صاحبِ حقیقت کے بغیر میں کسی طرف رُخ نہیں کرتا۔
(اِس طرح) میرا دل مسجدِ حرام (اور) یقین (کامل) قبلہ متعین ہو گیا ہے'
سوائے اِس حقیقت (ربانی) کے اشتیاق کے میں اور کوئی شوق بھی نہیں رکھتا۔
شریعتِ محمّدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے باہر اپنا قدم نہ رکھ'
تو اگر عارف ہے (اور) حقیقت کے اسرار کا محرم ہے۔
اے باھو تو ھُوھُو کا ذکر ہمیشہ قائم رکھ،
تو ھُوھُو کر' ھُوھُو کو جاری رکھ' حقّ تعالیٰ کا ھُو (ہی تو چشمۂ) حقیقت ہے۔
اے دوست! ہر شخص اپنے اندازہ کے مطابق قبلہ اختیار کرتا ہے۔
تو اُس کو قبلہ اختیار کر جو حقیقت (ابدی) کا قبلہ ہے۔

ا۔ فَاَیْنَمَا تَوَلّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ (سورۃ ۲-۱۱۵) "تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ" (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ)

(۲۷)

حُبِ دُنیا رأس آمد کُل خطاء
تانہ پنداری کہ اِین باشد عطاء

کی عطا باشد کہ باشد بی بقا
بی بَقارا تاگوئی خود عطاء

باقلیل الفہم گر گوید کسی
این عطا ہرگز مگو باشد خطاء

بَستہ دل با وی نشاید مُطلقاً
بستگی دِل باخطا باشد خطاء

یار با وی دوستی ہرگز مکُن
لَا تَقُل ہٰذَا عَطا اِلّاَ خَطاء

حُبِ دُنیا[۱] کو تمام خطاؤں کی بنیاد کہا گیا ہے،
تاکہ تو اسے عطا (یا تحفہ) نہ سمجھ لے۔
جس چیز کو بقا حاصل نہ ہو وہ عطا کیسے کہلا سکتی ہے،
بے بقا چیز کو تجھے عطا نہیں کہنا چاہئے۔
کم فہم (آدمی) سے اگر کوئی بات کرے،
تو اِس (دنیا) کو ہرگز عطا نہ کہے جو بڑی خطا ہو گی۔
اِس (دنیا) کے ساتھ ہرگز دل نہ لگانا چاہئے،
غلط چیز کے ساتھ دِل لگانا غلطی ہے۔
اے ساتھی اس (دنیا) کے ساتھ ہرگز محبت نہ کر،
اِسے عطا نہ کہہ بلکہ خطا ہے۔

[۱] حُبُ الدُنیَارَاُسُ کُلِ خَطِیۃ (مِشکوٰۃ ص ۴۴۴، زاد الطالبین (رزین) ص ۹)
دُنیا کی محبّت تمام گناہوں کی بُنیاد ہے۔

(۲۸)

صُوفی بصدقِ دِل نشوی تاصفا کجاست
اِین راه باصفاست وَلی جُز جفا کجاست
مقصُود از جَفاست خُلاصی زِماومَن
جز ماومَن خلاص شدن راه صفا کجاست
گردلقِ فقر را تو به پوشی چه میشود
آن لایقِ تو سیرتِ درویشی را کجاست
وین پوششِ تو دلق همه خُودنمائی ست
جائیکه خُودنمائی ست فقر و فنا کجاست
ای یار خُودنمائی بادلق میکنی
آخر ازین خیال پشیمانیت کجاست
دائم تو ذکرِ هو خوان باصِدقِ دل ای یار
باهُو بساز هر دم آن هُوی ها کجاست

(باطن کی) صفائی کہاں ہے' تو (اس وقت تک) صِدقِ دِل سے صُوفی نہیں ہو سکتا'
یہ (عشق کا) راستہ صاف باطنی سے ہے لیکن (وہ) سختی کے بغیر کہاں میسر ہے۔
سختی سے مراد' مادمَن (کی انانیت) سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے'
نفسانی انانیت سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر صفائی باطن کہاں میسر ہے۔
تو اگر فقیرانہ گدڑی پہن لے تو اس سے کیا ہوتا ہے'
وہ تیری درویشانہ سرشت کے لائق کہاں ہو سکتی ہے۔
یہ تمہاری گدڑی والی پوشاک تمام کی تمام خودنمائی ہے'
جہاں خُودنمائی ہوگی وہاں فقر و فنا (کا مقام) کہاں حاصل ہے۔
اے دوست! تو گدڑی (پہن کر) خُودنمائی کر رہا ہے'
آخر تمہارے اس (پراگندہ) خیال سے پشیمانی کہاں گئی ہے۔
اے دوست! تو ہمیشہ صِدقِ دل سے ھُو کا ذکر کر'
اے باھُو اس (ذکر) کے ساتھ ہمیشہ قائم رہ' وہ ھُو (کی سرمستی) کہاں ہے۔

(۲۹)

میںمائی خویش را صُوفی مَنم
در دیارِ عابد و زاھد مَنم

چند باخُود بینی و باشی مَدام
کی رہی زین دلق درویشی منم

گر مَنی را سِرّ دانی راہ رو
تانگوئی بار دیگر کین منم

یار گُفتن من نمی شاید ترا
زانکہ من ابلیس گفتہ کین منم

تو چرا مَن مَن کُنی ای جانِ من
آنکہ یک قطرہ منی گوئی منم

تو اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے کہ مَیں صُوفی ہوں،
عابد اور زاحد کے مُلک سے میں ہی ہوں۔
تو کب تک خودبینی میں اور (اس زعم میں) ہمیشہ رہے گا،
اس درویشانہ گدڑی کی خودبینی سے تو کب چھٹکارا پائے گا۔
اگر خودبینی کا راز جانتے ہو تو (سیدھے) راہ پر چلو،
تاکہ تم پھر نہ کہو کہ یہ "مَیں" ہوں۔
اے بھائی تجھے "مَیں" کہنا مناسب نہیں لگتا،
اس لئے کہ ابلیس نے مَیں کہا کہ یہ "میں" ہوں۔
تو "مَیں" "مَیں" کیوں کرتا ہے، اے میرے پیارے،
اسی لئے کہ تو مَنی کا ایک قطرہ ہے (اور) کہتے ہو "مَیں" ہوں۔

(۳۰)

مَن مَن مگو تو مَن مَن ہی ھوی گوئی ہا ہا
ہا ہا وہای ہی ہی ھُو ہای ہا ہا
اسرار کس نداند این ہای ہُوی ہی را
واقف کسی نگردد ہی ہُوی ہای ہا ہا
شوقِ دِلم نداند ہی ہی چہ چارہ سازم
ازخُود چرا براندی ہی ہُوی ہای ہا ہا
دانی تو دردِ دل را جزّ تو کسی نداند
جزّ تو بکس نگویم ہی ہوی ہای ہا ہا
یاری غزل بخوَاند حالش دِگر نہ داند
لیکن ز دَر بَراندی ہی ہوی ہای ہا ہا

تو (انانیّت کے کلمات) "مَیں" "مَیں" نہ کہہ (بلکہ تو دردو تاسّف کے کلمات) ہائے 'ہوئے 'ہا۔ بول'
(ہماری اصل کیفیت حال اسی) ہا 'ہائے (اور) ہوئے (پر مشتمل) ہے۔
اِن درد آمیز کیفیات کے اسرار کوئی نہیں جانتا'
اِن دردانگیز کلمات سے کوئی واقف نہیں بنتا۔
وہ میرے دل کی لگن کو نہیں جانتا' ہائے (افسوس) میں کیا تدبیر کروں'
(بہشت برَین سے نکال کر) اپنے سے کیوں دُور کردیا ہے 'ہائے افسوس۔
تو دردِدل سے واقف ہے (اور) تیرے بغیر کوئی نہیں جانتا'
(اسی لئے) ہائے افسوس میں تیرے بغیر کسی سے (حالِ دل) بیان نہیں کرتا۔
دوست (میری) غزل پڑھتا ہے 'مزید (کیفیتِ) حال سے واقف نہیں'
لیکن ہائے افسوس (بڑا المیہ تو یہ ہے کہ) اپنے درِ (اقدس) سے دُور کردیا ہے۔

(۳۱)

ازمَن ھرار مَن شُد ہَی ہَی ھرَار ہَی ہَی
ہی ہَی ھرار ازمَن ازمَن ھرَار ہَی ہَی
ہَی ہَی کہ مَن نَدانم دائم مَنی بَرانم
زِین کی کنی خلاصم ہَی ہی ھرار ہَی ہی
ہَی ہَی کُجا شریعت مَن غافل از طرَیقت
دانم نہ آن حقیقت ہَی ہی ھرار ہی ہَی
دِیدیم آنچہ دِیدیم خوُردیم آنچہ خوُردیم
بَرسینہ داغ بَردیم ہَی ہیَ ھرار ہَی ہی
یاری کجاَست یاری غمخوار ہا نِگاری
یاری بِگو تو یاری ہیَ ہیَ ھرار ہَی ہی

(ایک) "مَیں" سے ہزار "مَیں" پیدا ہو گئے' افسوس' ہزار بار افسوس'
ہزار افسوس اِس "مَیں" پر اس "مَیں" پر ہزار افسوس۔
افسوس میں نہیں جانتا (کہ) ہمیشہ خُود بینی ہانک رہا ہوں'
اِس سے مجھے کب خلاصی دیں گے' اس پر ہزار بار افسوس۔
اَفسوس شریعت کہاں' میں تو طرَیقت سے غافل ہوں'
اس (مقصودِ) حقیقت کو نہیں سمجھتا ہوں' اس پر ہزار بار افسوس۔
(اس جہان میں) ہم نے دیکھا تو کیا دیکھا' کھایا تو کیا کھایا'
(البتہ) سِینہ پر ہم نے داغ لے لئے' اس پر ہزار بار افسوس۔
دوست کہاں ہے (وہ) دوست' ہمدرد محبوب'
اب توُ دوست' دوست کہتا رہ' اس پر ہزار بار افسوس۔

(۴۲)

عمریست در طریق تو جان را که دم زدیم
ہیچت صفا ندیدیم حیران بتر شدیم
تا کی شود ز لعل تو کامی برآوریم
کز بہر کام خویش پریشان خودشدیم
با تو سخن که گوید که این ہم مجال نیست
لیکن زحال خویش بسی تنگ تر شدیم
جانان نبود آگاہ زناموس بگذریم
حالم چنان رسید که مجنون بصفت شدیم
ای یار چون به بستی دل خود بزلف یار
ہرگز مگو چنین که پریشان خود شدیم

ایک عمر گزر گئی کہ تیرے راستہ میں ہم جان لگا دینے کا دعویٰ کرتے رہے،
مگر صفائے (باطن) ہم نے نہ حاصل کیا (بلکہ) حیران (اور) بے فیض رہے۔
وہ وقت کب آئے گا جب ہم تمہارے (لب) یاقوت سے بہرہ ور ہوں گے،
کیونکہ ہم اپنے مقصود کے لئے خود پریشان ہو رہے ہیں۔
تم سے کون ہمکلام ہو کیونکہ اس کا بھی حوصلہ نہیں ہے،
لیکن ہم اپنے حال سے بہت تنگ آ چکے ہیں۔
محبوب کو خبر نہ تھی کہ ہم نیک نامی سے (بھی) گزر گئے،
میرا حال ایسا ہو گیا کہ ہم تو مجنوں جیسے ہو گئے۔
اے دوست تو نے جب اپنا دل محبوب کے زلف سے باندھ لیا
(تو پھر) ہرگز اس طرح نہ کہو کہ ہم ایسے پریشان ہو گئے۔

(۳۳)

اِنّمَا اَمْوَالُکُم وَ اَوْلَادُکُم فِتْنَہ تمام
فَاحْذَرُوا لَاخَیْرَ فِیْهِمْ وَاسْمَعُوا هٰذَا الْکَلَامْ
مال و اولاد ابنِ آدم را جہنم میبرُد
کس نباشد ایمن ازوی گرچہ باشد خاص و عام
کس نہ وَرزد دوستی بادی کہ باشد اہلِ حقّ
اہلِ حق را دوستی با غیر حقّ باشد حرام
غیر مُفردِ کس نیابد بار دَر دَرگاہِ دوست
ہان تو از اموال و از اولاد فارغ شو تمام
کس نگَردد بہرہ ور بادوستی این ہر دو چیز
قصّہ کوتہ مرد مُفلس باش باری والسّلام

(مطابق قرآن حکیم) بیشک مال[۱] اور اولاد مکمل فتنہ ہیں'
خبردار ہو جاؤ[۲] 'ان میں کوئی بھلائی نہیں (ہماری) یہ بات (غور سے) سُنو[۳]۔
مال اور اولاد آدم کی اولاد کو جہنم لے جاتی ہے'
کوئی بھی اس سے نہیں بچ سکتا' چاہے کوئی خاص ہو یا عام ہو۔
جو اہلِ حقّ ہوتا ہے اس کے ساتھ دوستی نہیں اختیار کرتا'
اہلِ حقّ کے لئے غیر حقّ (تعالٰی) سے دوستی حرام ہوتی ہے۔
دوست کی بارگاہ میں سوائے تن تنہا (شا ہسوار) کے کوئی باریاب نہیں ہوتا'
خبردار ہو' تم مال اور اولاد سے پوری طرح بے فکر ہو جاؤ۔
اِن دونوں چیزوں (مال' اور اولاد) کی حُب سے کوئی خوش نصیب نہیں ہوا'
خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسکین انسان بن کر رہو (اور) ایک بار تم پر سلام ہو۔

۱۔ اِنّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (سورۃ ۶۴-۱۵) تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔
۲۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (سورۃ ۶۴-۱۴) تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں' تو ان سے احتیاط رکھو۔
۳۔ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ (سورۃ ۶۴-۱۶) اور فرمان سُنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو۔

(۴۴)

دِل رازِ دردِ دُوری صَد وجہ بیقراری
آرام گر نیا بم، فریاد ِگریہ زَاری
گویم کرا حقیقت واقف نہ راز حالم
حیران بسی بماندم فریاد ِگریہ زَاری
صَد صَد خیال دَردِل آید زِدردِ دِلبر
سوزم چنانچہ مجمر فریاد گریہ زاری
ھُو ھو بکُن تو باھُو خواہی وِصالِ دوست
مَن غیر وصل خوارم فریاد ِگریہ زاری
در دِل ہزار دَردست لیکن بکَس نگویم
گویم کرا چہ جویم فریاد ِگریہ زاری
سوزش بسی ست دَردِل یارِ دِگر نَدارم
شَب و روز بیقرارم فریاد ِگریہ زاری

دل کو جُدائی کے غم کے باعث سینکڑوں تکالیف لاحق ہیں،
مجھے اگر سکون میسر نہیں ہے (تو) فریاد (اور) گِریہ زاری، کرتا ہوں،
میں کسے حقیقتِ (حال) بیان کروں میرے راز کے حال سے (کوئی) واقف نہیں،
بیحد حیران رہتا ہوں، فریاد (اور) گِریہ زاری (کرتا ہوں)
محبوب کے غم میں دل میں سینکڑوں خیال آتے ہیں،
میں ایسے جلتا ہوں جیسے آتش دان ہو، فریاد (اور) گِریہ زاری (کرتا ہوں)
اے باھُو تو ھُو ھو کر (کیونکہ) وصالِ دوست (حقیقی) چاہتے ہو،
مَیں وِصال کے بغیر رُسوا ہوں، فریاد (اور) گِریہ زاری (کرتا ہوں)
دل میں ہزاروں دَرد ہیں لیکن کسی سے نہیں کہتا ہوں،
مَیں کِس کو کہوں (اور) کِسے تلاش کروں، فریاد (اور) گِریہ زاری (کرتا ہوں)
دل میں بہت زیادہ سوز ہے اس کے علاوہ کوئی ساتھی نہیں،
مَیں دن رات بیقرار ہوں، فریاد (اور) گِریہ زاری (کرتا ہوں)

(۴۵)

یاران ز تو پرسم که مرا یار کجاست
آن نگاری که دلم بردهمان یار کجاست
ای عزیزان شناسنده رهِ بهرِ خدا
از که پرسم سخنِ یار که آن یار کجاست
بیماری من بسر آمد یاران مابگوئید
جانم بلب آمد رخ دلدار کجا ست
ای ندانی که تو پرسی زمن یار تو کیست
پرسم آن یار هُو الله که مرا یار کجاست
ای محبانِ خدا چارهٔ این یار کنید
زانکه اول بشما پرسد که مرا یار کجاست

(اے اربابِ طریقت) دوستو! تم سے پوچھتا ہوں کہ اپنا محبوبِ (حقیقی) کہاں ہے'
وہ حسین جس نے میرا دل لے لیا' وہی محبوب (حقیقی) کہاں ہے۔
اے راہِ (حقیقت) کے واقف پیارے (اولیائے عظام) خدا تعالیٰ کے لئے'
(میں بھلا) کس سے پوچھوں اس محبوب (حقیقی) کے بارے میں کہ وہ کہاں ہے۔
میری بیماری حد کو پہنچ چکی ہے' (اے) اربابِ (طریقت) بتلائیو'
میری رُوح نکلنے کو ہے' (اس) محبوب (حقیقی) کا چہرۂ (انور) کہاں ہے۔
اے (دوست) تو نہیں جانتا جو مجھ سے پوچھتا ہے کہ تیرا محبوب کون ہے؟
میں اس محبوب کے بارے میں پوچھتا ہوں (جو قرآن حکیم میں قل ھُو اللہ) وہی اللہ جلشانہٗ
(وارد ہوا) ہے' میرا (وہ) محبوب (حقیقی) کہاں ہے۔
اے اللہ تعالیٰ کے پیارو! (اولیائے کرام) اس ساتھی کے لئے کوئی تدبیر فرماؤ'
کیونکہ ازل سے جو تم سے دریافت کر رہا ہے کہ اپنا محبوب (حقیقی) کہاں ہے۔

(۳۶)

تجوّع تو ارنی تجرّد تصل
چه خوش لذّت آید چشی گر عسل
عسل نیست جز جوع مردانِ حق
چرا باز پرسی ازین لاتسل
تو راهِ صفا گر بجوئی بیا
که جوی مصفاست راهِ رُسل
مجرّد نه ء گر تو قیدِ همه
کجا وصل باآنکه او بی مثل
بجان خود مجرّد شوای یار بس
که وصل این کمالست وزغیر گسل
شنو حین قدر یار باهو هنوز
مجرّد شو از جمله ناید خجل

تو شوق رکھ (تو) مجھے دیکھو گے، خواہشاتِ نفسانی کو ترک کر دے (تو مجھے) ملو گے،
کتنا لطف آئے گا اگر تو (وصال کا) انگبین نوش کرے۔
شہد (کیا ہے) مردانِ حقؒ (تعالیٰ) کے اشتیاق کے بغیر (کچھ) نہیں ہے،
تو اس بارے میں کیا پوچھتا ہے، سوال نہ کر۔
تو صفائے (باطن) کا راستہ اگر تلاش کرتا ہے تو آجا،
کیونکہ شفاف (ترین) ندی (اس دنیا سے سفر کرنے کے لئے) (اللہ کے) رسولوں کا راستہ ہے۔
تو اگر تمام (خواہشاتِ نفسانی) کے قید میں ہے تو آلائشوں سے پاک نہیں ہو،
(ایسے حال میں) وصل کہاں میسر ہوتا ہے جبکہ وہ (ذاتِ پاک) بے مثال ہے۔
اے دوست تو اپنی جان کو نفسانی آلودگیوں سے پاک کر دے (اور) یہی کافی ہے،
کیونکہ یہی (عمل) بڑا وصال ہے اور غیر سے الگ ہو جا۔
اس وقت اے باھو دوست کی منزلت جان لے،
تمام (لذّاتِ نفسانی) سے فارغ ہو جا گیا (ان خواہشات سے) شرمندگی حاصل نہیں ہے۔

(۴۷)

نهایت نیست راهِ عشق را یار
تو یک روباش دست ازکار بردار
فنا کن خویش را در راهِ جانان
چه کار آید ترا این درم و دنیار
اگر یک دل نباشی در طریقش
نه بینی روی او هرگز درین دار
و فی الکونین کی بیند جمالش
فدا کن جان بگردِ زلف آن یار
دریغ از وی چه داری پاره زر را
تو خاصه جان خود بایار بسپار

اے طالب! عشق کے راستہ کی کوئی انتہا نہیں ہے'
تو سچّا دوست بن جا (اور اپنے نفسانی) کام سے ہاتھ اٹھالے۔
اپنے آپ کو محبوب (کی پیروی) کے راستہ میں فنا کردے'
یہ دِرم و دِینار تیرے کیا کام آئیں گے۔
اس کی (راہ) طریقت میں تو اگر خلوص دل سے (متفق) نہ رہے گا'
تو اس کائنات میں ہرگز اس کا رُخ (انور) نہ دیکھے گا۔
اور کائنات میں اس کا جمال کس طرح دیکھا جائے'
اس محبوب کی زلف کے گرد اپنی جان قربان کردے۔
تو روپے پیسے کے سکوں کے لئے کیا افسوس کرتا ہے'
تجھے تو چاہئے کہ خاص طور پر اپنی جان محبوب (حقیقی) کو سپرد کردے۔

(۳۸)

دُنیا ست عَین جیفہ کلاب اَند طَالبان
اِین قول واضح ست زِنَبی آخر الزمّان
از بہرِ جیفہ محنت دَر وی چرا کَشی
تَوکّل تو بَر خُدا کُن ھُو اللہ ست مہربان
بَی رَنج و محنتِ تو چو روزی دِھد خُدا
جیفہ است پی جیفہ چہ گردی تو چُون سگان
ہان سَگ نہٗ تو اِنسان پی جیفہ چیست غم
اِنسان اَنیس حقّ شو حقّ را بحقّ رَسان
غَو غو سَگی مکُن تو دَرین دار الفناء
این جیفہ ء حَرامست سَگی را.بسگ رسان
ای یار بہرِ جیفہ تو دندان چوسگ مزَن
این جیفہ ء حرام ست چو غدودِ قصا بگان

دُنیا (گلے سَڑے حیوان کی طرح) مُردار کا سرچشمہ ہے جس کے طالب کُتّے ہیں'
یہ (حضرت رسول اکرم) نبی آخر الزمّان صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے واضح ہے۔
مُردار کے (حصول کے) لئے تو اس میں محنت (اور سختی) کیوں اُٹھا رہا ہے'
تو خُدا تعالیٰ پر توکّل کر' وہ اللہ مہربان ہے۔
تجھے خدا تعالیٰ جب بغیر محنت اور تکلیف کے روزی دے رہا ہے'
تو (جان لے) مُردار کے پیچھے مُردار لگا ہوتا ہے' تو کیوں کُتوں کی طرح (اس کے پیچھے پِھر رہا ہے۔
خبردار ہو' تو کُتا تو نہیں ہے اِنسان (ہے) مُردار کے لئے (تجھے) کیا غم ہے۔
(بحیثیت) اِنسان حقّ کے غمخوار بنو اور سچائی کو سچائی تک پہنچاؤ۔
اس فانی جہان میں کتّے کی طرح آوازیں نہ نکال'
یہ مُردار حرام (دُنیا) ہے۔ کُتّے کی خَصلت کُتّے کو جانے دے۔
اے ساتھی' تو مُردار (دُنیا) کے لئے کُتّے کی طرح دانت نہ مار'
یہ مُردار حرام (دنیا) ہے جو قصابوں (کے پاس گوشت) کی (فضول) گلٹیوں کی طرح ہے۔

(۳۹)

زِ دُنیا تو تَرک بِگیر کہ رَاس العبادت ست
آری عبادتست ولیکن رِعنایت ست
آنہا کہ ترک کرد ز اہلِ رِعنایت اَند
آن مردِ حقّ شناس کہ اہلِ قناعت است
عارف بگرد دنیا ای جان کُجا بگردد
آنکس کہ ترک کرد از اہل سَعادت است
دُنیا درین جہان چو مُردار منجلاب ست
ہر کس گرفت باخود زہر این کفایت است
آنکس کہ میل کرد بہمت تمام خویش
بخش بہ بین تو یاور زِاہلِ سَعادت ست

تُو دنیا سے تَرک کرلے کیونکہ (یہ ترک) عبادت کی بنیاد ہے'
ہاں عبادت ہے اور (ایسی عبادت جو) مہربانی ہے۔
جنہوں نے تَرک کیا اہلِ شفقت (و کرم) ہیں'
وہ حقّ شناس مَرد (ہے) جو قناعت رکھنے والا ہے۔
اے پیارے! (اللہ تعالیٰ کا) عارف دنیا کے گِرد کہاں پھرتا ہے'
جس شخص نے تَرک کیا وہ اہلِ سعادت (نیک بخت) ہے۔
اس جہان میں دُنیا پانی کے مُردار گڑھے کی طرح ہے'
جس نے اُس سے لیا اس کے لئے یہ کافی زہر (ثابت ہوتا) ہے۔
جس شخص نے اپنے عالی حوصلہ سے کام لیا'
تو اس کا بخت مددگار دیکھے (گا) وہ اہلِ سعادت سے ہے۔

(۴۰)

از خُدا خواہ ہر چہ خواہی یار
زانکہ او جملہ را برآرد کار

کیست کو غیر او کہ داند سوز
بخدا گو کہ عالم الاسرار

واحد لایزال حق موجود
کُلّ شی ہلاک خواہی یار

عارفان گفتہ اند در رہِ عشق
صَبر باید ترا دِگر بگذار

بگُذر ای یار زین مقام فنا
رُوی خود را تو در بقای بیار

اے دوست! تو جو کچھ چاہتا ہے خُدا سے طلب کر'
کیونکہ وہی سب کی مَطلب براری فرماتا ہے۔
وہ کون ہے جو سوائے اس (ذاتِ پاک) کے جو کچھ جانے اسے جَلا ڈالے'
خدا تعالیٰ سے کہو جو عالم الاسرار ہے۔
وہ دائم رہنے والا واحد (خدا تعالیٰ) موجود حقّ (تعالیٰ) ہے۔
(اس کے سوا) ہر چیز فنا[له] ہونے والی ہے (اے) دوست۔
عارفوں نے کہا ہے کہ عشق کی راہ میں
تجھے صبر اختیار کرنا چاہیے اور باقی (حیلے) چھوڑ دینے چاہئیں۔
اے دوست اس فانی جہان سے گزر جا'
(اور) اپنا رُخ (عالمِ) بقا کی طرف کر دے۔

له ○ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سورۃ ۲۸–۸۸) ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے

(۴۱)

پیشِ جانان گر بمیرم تا سزاواری مَراست
زانکہ شیوۂ دوستی جزَ دوستان مُردن خطاست

یار را باید کہ خون رَیزد بہ پیشِ دوستان
تابزیرِ چشم بِیند یار کین یارِ مَراست

غیر ہرگز نیست باھو دَر جہان جُملہ کہ اوست
اِین حقیقت راس را جزُ دوستان فہمِ کراست

مَیں اگر محبوب کے سامنے جان دے دوں تو میرے لئے (نہایت) مناسب ہے'
کیونکہ محبّت کی رَوِش میں محبوب سے جُدا ہو کر مَرنا گناہ ہے۔
عاشق کو چاہئے کہ محبوب کے حضور میں خُون بہائے (اور جان پیش کردے)
تاکہ (وہ) محبوب دیکھ لے کہ یہ میرا (سچّا) عاشِق ہے۔
اے باھُو اس جہان میں کوئی غیر نہیں ہے' تمام میں وہی (جلوہ گر نظر آتا) ہے'
اس راہِ حقیقت کی عارفوں کے بغیر (بھلا) کس کو سمجھ حاصل ہے۔

(۴۲)

تارہا زنار در گردن کنم
خویش را باید کہ من کافر کنم

راہ مسلمانی ندانم راہ چیست
زان سبب زنار در گردن کنم

ننگ می آید مرا ز ایمان خویش
بالیقین من خویش را کافر کنم

بستہ ام زنار کافر گشتہ ام
مومنان را ہر زمان کافر کنم

یار کافر گشت ایمان خود فروخت
وای این زنار در گردن کنم

میں اپنے گلے میں (عشق) کے جنیئو کی ڈوریاں ڈالتا ہوں'
چاہئے کہ میں خود کو (راہِ عشق میں) کافر بنا ڈالوں۔

مسلمانی کا راستہ' مجھے معلوم نہیں کیا ہے؟
اسی لئے (عشق کا) جنیئو میں نے گلے میں ڈال لیا ہے۔

مجھے اپنے ایمان سے شرم آ رہی ہے'
یقیناً میں خود کو (اب راہِ عشق میں) کافر بناتا ہوں۔

میں نے جنیئو باندھ لیا ہے (اور راہِ عشق میں) کافر ہو چکا ہوں'
مومنوں کو (بھی) ہر وقت (مسلکِ عشق میں) کافر بنا رہا ہوں۔

(اب یہ) سالک کافر ہو گیا (اور) اپنا ایمان (عشق کے سودے میں) فروخت کر چکا ہے'
افسوس ہے یہ (عشق کا) جنیئو گلے میں ڈال بیٹھا ہوں۔

(۴۳)

کُفر اوّل رانَدانی راہ چیست
کُفر ثانی کی شناسی ہاں کہ چیست
کُفر اوّل نزد اہلِ بابَصر
گشت واضح ہاں سُخن دروی کہ چیست
کُفر ثانی گر بدانی بالیقین
ثلثہ پُرسی بارِ دیگر کُفر چیست
کُفر ثالث را زحق جانِ مرا
جُز مَوحد کس نداند کفر چیست
رَمز در زنّار می بینم بسی
یار کافر شو تو این ایمان چیست

(سلوکِ طریقت میں) پہلے کُفر کو تُو نہیں جانتا کہ یہ کیسا راستہ ہے'
(تو پھر) دوسرے کُفر (کے مراحل) کو تو کس طرح پہچانے گا کہ یہ کیا ہے۔
پہلا کفر اہلِ بصارت کے نزدیک (مقامِ فنافی الشیخ)
واضح ہوا ہے' خبردار ہو جا اس میں کوئی کلام کیا (ہو سکتا) ہے۔
دوسرے کفر کو تو اگر یقین کے ساتھ جان لے (مقامِ فنافی الرّسول ہے)
تو پھر تو دوبارہ نہ پوچھے گا کہ کُفر (طریقت میں) کیا ہوتا ہے۔
تیسرے کُفر کو حقّ (تعالیٰ) کی طرف سے اپنی جان کے ساتھ تعلّق (مقامِ فنافی اللہ ہے)
(جِسے) کسی مُوَحِد کے بغیر کوئی نہیں جانتا کہ (طریقت میں یہ مقامِ) کُفر کیا ہے۔
میں (اس عشق کے) جنیئو میں بڑے راز دیکھتا ہوں'
(اے) سالِک، (عشق کے طریقت میں داخل ہو کر) کافر ہو (کر دکھاؤ) ایمان (محض اس کے سامنے) کیا ہے۔

(۴۴)

کُفر اوّل می شَناسد ہر کسی
لیک ثانی کُفر کی داند کسی
غیر خاصان کس نداند کُفر این
مردمان دیدم دَر آن حیران بسی
خَوش بود این کُفر از ایمان ما
مَن نہ گفتم عارفان گُفتہ بسی
یار این کُفرست ایمان الخواص
غیر خاص الخاص چُون داند کسی
عَین عارِف گشت آن مَردِ خُدا
کُفر ثالث نیک گرداند کسی

پہلے کُفر کو (طریقت میں) ہر شخص جانتا ہے'
لیکن دوسرے (مرحلہ کے) کُفر کو ہر شخص کس طرح جانے۔
خاصانِ (ربّ تعالیٰ) کے بغیر اس (مرحلہ کے) کفر کو کوئی نہیں سمجھتا'
(بہت) لوگوں کو میں نے اس (مرحلہ) میں بیحد حیران (و پریشان) دیکھا ہے۔
یہ کُفر (طریقت میں) ہمارے (رسمی اور بے مشاہدہ) ایمان سے اچھا ہے'
میں (یہ بات) نہیں کہہ رہا ہوں (بلکہ) اہل معرفت بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔
(اے) سالک یہ (مرحلہ) کُفر (طریقت میں) خاص (محبانِ خدا) کا ایمان ہے'
خاص الخاص (اہلِ معرفت) کے بغیر کون شخص اسے سمجھے۔
وہ مَردِ خُدا حقیقی عارف (باللہ) ہو گیا۔
جسے تیسرے (مرحلے کا) کفر (فنافی اللہ بقاباللہ) رَاس آگیا (اور وہ کامیاب ہوا)

(۴۵)

لَن تَرَانِی گر رَسد گردن متاب
رَبِّ اَرِنِی گو تو باری شوشتاب

دوست باتو دوستی دارد کمال
هان مترس از وی که آید این عتاب

کس نداند سِرِّ معشوقان که چیست
واقفِ اسرار شو گردن متاب

رَمزِ عاشق نازِ محبوبان نگر
از عتاب دوستان باشد خطاب

یار در ره عِشق بازی چشم باز
رَو تجلّی حق نگر چون آفتاب

(قرآن حکیم میں مُوسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے کلام کے واقعہ کے مطابق) اگر تُجھے "تُو نہیں دیکھ سکتا" کا جواب بھی ملے تو (مقصد سے) منہ نہ موڑ'
(موسیٰ کی طرح) "اے ربّ مجھے اپنا دیدار عطا کر" کہہ (اور) تو (اس مقصد میں) تیز (عمل) کر۔

محبوب تجھ سے بہت محبّت فرماتا ہے'
خبردار ہو اس سے خوف نہ کر (اِس بِنا پر) کہ عتاب وارد ہوتا ہے۔

محبوبوں کے راز سے کوئی واقف نہیں'
ان کے (طریقِ کار کے) راز سے واقف ہو جاؤ (اور) اُن سے منہ نہ موڑو۔

عاشق کا راز اور معشوقوں کے ناز کو دیکھو'
دوستوں کے (غُصّہ اور) عتاب سے ہی تو رُوبرُو بات (کی حضوری) ہوتی ہے۔

(اے) دوست عِشق بازی کے راستہ میں (بیدار ہو کر) آنکھ کھول'
جاؤ حق (تعالیٰ) کا جلوہ دیکھو جو سُورج کی طرح (عیاں) ہے۔

○ قَالَ رَبِّ اَرِنِیۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ (سورۃ ۷-۱۴۳) "عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔"

(۳۶)

یاران رہِ عشق بجُز جورو جفا نیست
کس لایقِ این راہ بجُز اہلِ صفا نیست
گر راہِ صفا می طلبی راہِ جفا جو
کین راہِ مصفّا ست بجُز اہلِ صَفا نیست
ای مردِ خُدا گر طلبی راہِ خُدارا
این راہ چُنین ست کہ جُز جورو جفا نیست
باصِدقِ دِلِ خود شنو وانگہ قدم نہ
زیرا کہ رہِ عشق بجز صِدق و صَفا نیست
ای یار بجُز کار جفا خُود دگری چیست
این راہ صفائیست بجُز اہلِ صَفا نیست

(اے مسلکِ راہِ حقیقت کے) دوستو! عشق کی راہ میں ستم اور سختی کے بغیر کچھ نہیں ہے،
اس راستے کے لائق سوائے (باطن) صَفا لوگوں کے کوئی نہیں ہے۔
اگر تو صفائے (باطن) کی راہ طلب کرتا ہے تو سختی کا راستہ اختیار کر لے،
کیونکہ یہ پاکیزہ راہ ہے جو سوائے (باطن) صَفا لوگوں کے (کسی کو میسر) نہیں ہے۔
اے طالبِ خدا تو اگر خُدا (تعالیٰ) کا راستہ چاہتا ہے،
تو یہ راستہ ایسا ہے کہ سوائے ستم اور سختی (اٹھانے کے) نہیں ہے۔
دل کی سچائی کے ساتھ سُنو اور پھر (اِس راستہ میں) قدم رکھو،
اس لئے کہ عشق کا راستہ سوائے سچائی اور صفائے (باطن) کے نہیں ہے۔
اے دوست سختی کے عمل کے بغیر اور کیا کچھ ہے،
یہ راستہ صفائی (و پاکیزگیٔ باطن) کا ہے (اسلئے) سوائے (باطن) صفا گروہ کے (کسی کو میسر) نہیں
ہے۔

(۴۷)

یاران صَد ہزار ولی یار َما یکی ست
غمخوار کس نَدیدم دِلدار ما یکی ست
مَن اُنس کس نگیرم جزُ دوست آن حقیقی
گر ہم اَنیس بامن زَان انس مایکی ست
گر رشتہ ء گستہ شود از ہزار ستم
از کسَ وَفا نَدیدم دِلدار مایکی ست
بس آزمودہ کردم با دلبران ہر یک
باکی ز کس ندارم مشکل بما یکی ست
باری وفا ندیدم زِیاران صد ہزار
زان رو دلم گسیخت کہ غمخوار مایکیست

دوست تو سینکڑوں ہزاروں ہیں لیکن ہمارا دوست (حقیقی) وہی ایک ہے'
میں کسی کو ہمدرد نہیں پاتا' ہمارا غمخوار وہی ایک ہے۔
میں سوائے اس دوست حقیقی کے کسی کی محبت اختیار نہیں کرتا'
اگر تمام میرے ساتھ غمخواری (کا دم بھرنا) ظاہر کریں پھر بھی میری محبّت ایک سے ہی ہے۔
جب ہزار سختی کے ساتھ (غیر سے) تعلّق ٹُوٹ جاتا ہے'
(تو اسی انجام کے باعث) میں نے کسی شخص میں وفا نہیں دیکھی' ہمارا غمخوار وہی ایک ہے۔
میں نے (دنیا کے) غمخواروں میں سے ہر ایک کو بہت ہی آزمایا ہے'
میں کسی سے اِحتراز نہیں کرتا' ہمارے لئے (دراصل) یہی ایک مشکل ہے۔
میں نے (دنیا کے) سو ہزار دوستوں میں ایک بار بھی وفا نہیں دیکھی'
اسی لئے میں نے (ان سے) اپنا دل توڑ لیا کیونکہ ہمارا غمخوار تو وہی ایک ہے۔

(۴۸)

وَه چِه نیکو رُوی جانان دِلپذیر
کس نَدیدم مِثل آن بَدرِ مُنیر
من نه واقف بُودمی ای دوستان
دِل مرا دُزدید برد آن بینظیر
بیقرارم، سوز در جانم رسید
وَہُو عَالِمٌ بالیقین مافی الضمیر
در فِراقش سوزم آرامی نماند
مانده ام حیران چو اصحاب السعیر
یار دَر غم عشق تو نالد بسی
باید اُورا سخت ای جانان مگیر

دِل کو لبھانے والا محبوب کا رخ (انور) کس قدر حسین ہے،
میں نے کسی کو اس جیسا روشن ماہ کامل نہیں دیکھا۔
اے دوستو! مجھے تو خبر ہی نہ تھی،
وہ بےمثال (محبوب) میرا دِل چُرا کر لے گیا۔
میں بیقرار ہوں، میری روح میں سوز سما گیا ہے،
اور وہ (محبوب) یقیناً دِل کی بات جانتا ہے۔
اس کے فِراق میں جل رہا ہوں، کوئی سکون میسر نہیں،
میں اس طرح حیران (وششدر) ہوں جیسے لوگ دوزخ میں (ہوتے ہیں)۔
عاشق تیرے عشق میں بہت فریاد کرتا ہے،
اے محبوبؐ اسے زیادہ نہ ستایا جائے۔

(۴۹)

طُورِ سینا گشت مُوسیٰ را مقام
بَی حجاب آنجا شُنیدی خوُد کلام
عاشق را طوَرٗ معراجِ دِل ست
ہر زمان ازحق رَسد اوُ را سلام
دِل کہ انسان ست عرش اللہ بدان
از حَدیثِ حَضرت آمد این کلام
این دِل انسان بیضہ ء ناسوتی شمر
لیک در وی سِرِّ لاہُوتی تمام
ذات انسان عین سِرّ اللہ بدان
ہان شنو گفتم ترا مجمل کلام
یار انسان مخزنِ خاصہ خُداست
غیر عارف کس نداند والسّلام

موسیٰ علیہ السّلام کے لئے طُورِ سینا (قرُب کا) مقام بنا'
(توبھی اگر ایسا مقام تلاش کرلے تو) وہاں تُو بھی بغیر کسی پردہ کے خُود (اللہ تعالیٰ کا) کلام سُنے۔
ایک عاشق کے لئے طوُر (کا مقام) معراجِ دل (کو حاصل) ہے'
(دل کے طوُر پر) ہر لمحہ حق (تعالیٰ) کی طرف سے سلام پہنچتا ہے۔
دل جو کہ (باطن میں) آنکھ کی پُتلی ہے' (اسے) اللہ (تعالیٰ) کا عرش[ا] جانو'
آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث (مبارک) سے یہ بات اَخذ ہوئی ہے۔
تو اس انسانی دِل کو ناسُوتی (یا خاکی) تخُم سمجھ لے'
لیکن اس میں تمام (عالِم) لاحوُت کہ راز (سمایا ہوا) ہے۔
انسان کی حقیقت کو مطلقاً اللہ تعالیٰ کا راز جانو'
آگاہ ہو جاؤ' سُن لو' میں نے تمام بات اجمالاً تجھے کہہ دی ہے۔
(اے) دوست! اِنسان خُدا (تعالیٰ) کا خاص مخزن (راز) ہے'
صاحبِ معرفت کے بغیر کوئی شخص (اسے) نہیں سمجھ پاتا' اور تم پر سلامتی ہو۔

ا۔ مشکوۃ المصابیح' باب الایمان۔ راوی ابن مسعود' رزین' احمد' بیہقی (شعب الایمان)' ترمذی ترجمہ انگلیسی جیمز رابسن۔ ۱:۴۸

(۵۰)

طُورِ سینا چیست دانی بی خبر
طُورِ سینا سینہ ء خُود را نگر
ہمچو مُوسیٰ مست شو برطُورِ خویش
رَبِّ اَرِنی گو تجلّیِ حق نگر
گر نداری سوز آتش ای دِلا
کی بہ بینی نُورِ حقّ را بالبصر
نُورِ حقّ آنکس بہ بیند بی حجاب
باصفاتش گشت چون مُوسیٰ نگر
رَبِّ اَرِنی گوبیا ای نعرہ زن
تاشوی چومست مُوسیٰ بی خبر

اے بے خبر (معرفت سے نا آشنا) کیا تو جانتا ہے ’طُورِ سینا کیا ہے‘
طُورِ سینا تو اپنے سینہ کو (سمجھ کر) دیکھ۔
موسیٰ علیہ السلام کی طرح تو اپنے طُور (دل کے جلوؤں) پر مست ہو جا‘
(قرآنِ حکیم کی آیت کے مصداق) ”اے ربّ اپنا دیدار عطا کر“ کہہ اور حقّ (تعالیٰ) کا جلوہ دیکھ۔
اے دِل تو اگر (اپنے اندر) جلانے والا درد نہیں رکھتا‘
(تو پھر) اپنی ظاہری آنکھ سے کس طرح حق (تعالیٰ) کا نُور دیکھو گے۔
حق (تعالیٰ) کا نُور وہ شخص بے پردہ دیکھتا ہے‘
جو اپنی صفات (داوصاف) کے لحاظ سے مُوسیٰ کی طرح (متصّف) ہو کر (جلوہ) دیکھے۔
(قرآن حکیم کے مطابق) ”اے ربّ اپنا دیدار عطا کر“ کہتا رہ (اور پھر یہ) نعرہ لگانے والا آجا‘
تاکہ تو مُوسیٰ علیہ السلام کی طرح مستِ (انوار) ہو کر بیہوش ہو جائے۔

لہ ○ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (سورۃ ۷-۱۴۳)
پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نُور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور مُوسیٰ گرا بے ہوش۔

(۵۱)

خُود پَرستی رَاندَانی ای پِسَر
ہاں زِ کس صُوفی تو نشنیدی مگر
سِرّ آن را بر تو واضح میکنم
زُود باش ازمن شنو نیکو نگر
خُود پَرستی این ہمہ افعال تو
جامہ نو پوشیدۂ دستار سر
بنگری بَر کتفِ خود چُون پیش پس
این ہمہ فعلِ بَد آرد دَردِ سر
حَل بِکنُ این نکتہ را در جانِ خویش
گفتہ ءِ این یار فی الواقع نگر

اے فرزند! تو خودپرستی کو نہیں جانتا'
آگاہ ہو جا' تو نے کسی صُوفی (اہلِ معرفت) سے غالباً (اس کے بارے میں) نہیں سنا۔
اس کا راز میں تم پر واضح کرتا ہوں'
مُستعد ہو جاؤ' مجھ سے غور سے سنو۔
تمہارے تمام (ایسے) افعال خُودپرستی ہیں'
(جیسے) تو نے نیا لباس زیبِ تن کر لیا ہے' سر پر پگڑی (سجالی) ہے
اپنے کندھوں پر اوپر نیچے دیکھتے ہو'
یہ تمام بُرے فعل' سَردَرد کا باعث ہیں۔
تم اس دقیق بات کو اپنی جان پر (آزما کر) حل کرو'
اس دوست کی یہ بات ٹھیک (اپنی ذات میں) مشاہدہ کر لو۔

(۵۴)

خُود پرستی چُون ندانی بیَ خبر
رَو رِدای خویش را بَر خود نگر

جامہ را پُوشیدہ ای بہرِ ہوا
کس نمی بیندَ بتو صَافی نظر

پوششِ خودَ را بجُز تَقویٰ مکُن
باحیا و زیب و زینت خوَد نگر

گر ہمی خواہی شوم آسودہ حال
رَو رِدای دوُر کُن باخودُ مبر

یار گر خواہی لباسِ مُقبلان
رَو چو صوفی شو لباسِ صوف بُر

اے بے خبر (انسان) تُو اگر خُودپرستی کو نہیں جانتا
تو جاؤ اپنی (اوڑھی ہوئی) چادر کو اپنے اوپر غور سے دیکھو۔
تو نے (نفسانی) نمود و نُمائش کے لئے لِباس پہنا ہوا ہے (جو محض بیرونی خول ہے)
(جس کے باعث) کوئی شخص تجھے (بغیر کھوٹ کے) صاف نہیں دیکھ پاتا (تُم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو)
اپنا لِباس سوائے پرہیزگاری کے کوئی اختیار نہ کرو'
جسے تم اپنا حیا' لباس اور جمال (ظاہر و باطن) جانو۔
اگر تو چاہتا ہے کہ مَیں آسودہ حال ہو جاؤں'
تو (اپنی دِکھاوے کی ظاہری) چادر ہٹا دے (اور زندگی کے سفر میں اسے) ساتھ نہ اٹھا۔
اے دوست! تو اگر (اللہ کے) مقبول بندوں کا لباس چاہتا ہے'
تو چلو صوفی کی طرح ہو جاؤ' صوف کا (ظاہر و باطن آراستہ) لباس پہنو۔

(۵۴)

می نالم از عشقِ تو جان را خبری نیست
بیمارم غمخوارم کس را خبری نیست

تا پای نهادیم دَرین راه تو جانان
حیران شده ام مُرده دِلان راخبری نیست

ازحال مَن آگاه کُجا میشود آن یار
ہی ہای که این سنگدلان رَاخبری نیست

ای آنکه توئی طعنه زنی محض خطاست
این سَوز دِلم را توچه دانی خبری نیست

خوشبوی وَفایی شنود یار زِهَر آه
آہِ صَد آه این بی خبران را خبری نیست

میں تیرے عشق میں گریہ زاری کر رہا ہوں (جبکہ) جسم کو (عالمِ محویّت میں) کوئی خبر ہی نہیں ہے'

میں (غمِ عشق کے باعث) بیمار ہوں (اور) غم میں مبتلا ہوں (مگر) کسی کو (اس عارضہ کی) خبر ہی نہیں ہے

اے محبوب! ہم نے جب سے تیرے راستہ میں قدم رکھا ہے'
میں تو عالمِ حیرت میں ہوں (جبکہ) مُردہ دل (دُنیا پرستوں) کو خبر ہی نہیں ہے۔

میرے حال کے بارے میں وہ محبوب کب آگاہ ہوتا ہے'
افسوس ہے کہ ان سنگدل (نا آشنا) لوگوں کو خبر ہی نہیں ہے۔

اے (بھائی) تو جو (ہم عشاق کو) طعنے دیتا ہے (تیری) محض غلطی ہے'
میرے اس سوزِ دل کو تو کیا سمجھ سکتا ہے تجھے خبر ہی نہیں ہے۔

(ہماری) ہر آہ سے محبوب وَفا کی خوشبو پالیتا ہے'
افسوس صد افسوس ان بے خبر لوگوں کو (اِس حقیقت کی) خبر ہی نہیں ہے۔

(۵۴)

بہر حالی جمال اللہ جویم
بہر قالی جمال اللہ جویم
بجز رویش نہ بینم ہیچ چیزی
ز شوقِ جان جمال اللہ جویم
ز پیش و پس خبر ہرگز ندارم
زاین و آن جمال اللہ جویم
بمستی یار یاران گرچہ مستم
بمستی ہم جمال اللہ جویم
طریقِ عشق مارا نیست دیگر
بہر ذرّہ جمال اللہ جویم
فدا شد جسم و جان در ذاتِ یاہُ
بہستی ہم جمال اللہ جویم

میں ہر (کیفیت) حال میں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں'
میں ہر (اظہار) گُفتار میں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں۔
اُس کے چہرۂ (انور) کے بغیر میں کوئی چیز نہیں دیکھتا'
رُوحانی رغبت (و مسرّت) کے باعث میں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں۔
میں آگے اور پیچھے (کے مکانی حدود) کی خبر نہیں رکھتا ہوں'
بلکہ یہاں اور وہاں (ہر طرف) میں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں۔
میں اگرچہ محبوبوں کے محبوب (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے شوق میں سَرمَست ہوں'
(پھر بھی) اس سَرمستی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں۔
ہمارے نزدیک عِشق کا راستہ اور کوئی نہیں ہے'
ہر ذرّہ کے اندر' مَیں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں۔
(میرا) جسم اور رُوح ذاتِ یاھو (اللہ جلشانہٗ) میں فنا ہو چکے ہیں'
(فنا فی اللہ کے بعد اس بقائے) ہستی میں بھی میں اللہ تعالیٰ کا حُسن تلاش کرتا ہوں۔

--تمام شد--

سروده: دکتر محمّد حسین تسبیحی

باهونامه

در وصفِ حضرتِ سلطان العارفین سلطان باهو رحمته الله علیه (متوفی ۱۱۰۲ھ ق)

گویندهٔ اسرارِ جان، سلطان باهو   جامِ جهان عاشقان، سلطان باهو
هر کس بجوید راهِ حقّ، باهو بود   سوزِ درونِ عارفان، سلطان باهو
چشم و چراغ مردمان، درگاهِ او   زیبِ جهان اِنس و جان، سلطان باهو
از بهترینِ عارفانِ قادری   کاخِ محبّت را نشان، سلطان باهو
پنجاب و سِند و سرحد و دشتِ بلوچ   رونق فزای مومنان، سلطان باهو
هر کس که باشد بهرِ او هو هو کنان   باهو، شده او را امان، سلطان باهو
سلطان توی هو هو کنان در این زمین   نطقِ توشد گوهر فشان، سلطان باهو
در حضرتِ الطافِ باهو معتکف   گویای فکرِ کاملان، سلطان باهو
رونق گرفته عشقِ حقّ از نطقِ او   یاریگرِ بیچارگان، سلطان باهو
شد جلوه گر اسلام نابِ مصطفیٰ   چون کاروان را ساربان، سلطان باهو
هر قادری را قربِ حقّ باشد عطا   سر و سخن گوی زمان، سلطان باهو
درگاهِ باهو جایگاهِ عشقِ حقّ   رقصان و شادان مردمان، سلطان باهو
ای عارفِ درگاهِ حقّ عاشق توی   عشقِ خدارا حرزِ جان، سلطان باهو
گویندهٔ هو هو توی چون عاشقان   هو هو بگو، هو هو بخوان، سلطان باهو
باهو بگو، باهو مبا، باهو بدان   شیرین زبان و خوش بیان، سلطان باهو
پیمانهٔ مستی بگیر از دستِ او   یادش بود وردِ زبان، سلطان باهو
اسلام ما رونق گرفت اذکارِ او   از بهترینِ عالمان، سلطان باهو
پیکِ محبّت از بیانش بوی خوش   باغ و بهارِ بی کران، سلطان باهو
پنجاب پاکستان بهشتِ عنبرین   باشد در آنجا نغمه خوان، سلطان باهو

سالارِ راهِ قادری در مُلکِ پاک — در راهِ او خُرد وکلان، سلطان باهو
زِ سوز عشقِ او جهان آتشکده — از سوزِ او روشن جهان، سلطان باهو
گوهر فشان حرف و الفاظ دری — مِهر و وفا را ترجمان، سلطان باهو
شِعر و غزلها یش بود آبِ روان — نوشندهٔ آبِ روان، سلطان- باهو
شُد بزمِ باهو جایگاهِ معرفت — راجا رِسالو گُل فِشان، سلطان باهو
سلطان حمیدِ زنده دِل از عاشقان — فیضِ دلِ زنده دِلان، سلطان باهو
کی- بی- تسیم خوش گهر شیرین زبان — دیوانِ باهو را نِشان، سلطان باهو
روشن روان عِشق حقّ آمد بنی — کوشندهٔ روشنگران، سلطان باهو
"خذیدی" : دستم بگر از مُصطفیٰ — بیعتِ نیکو بیان، سلطان باهو
"از حسین و از حسن" دارد نشان — خاکِ پای هردوان، سلطان باهو
او بود فرزندِ خوبِ مُجتبیٰ — از بهترین بیعت گران، سلطان باهو
سیف الملوک بخشش و بخشندگی — زیبندهٔ لنگر خوران، سلطان باهو
شورکوٹ بود دریای عِرفان و ادب — دشتِ چنابِ صوفیان، سلطان باهو
هر دم رسد آوازِ باهو در دِلم — دِل مسجدِ باهوئیان، سلطان باهو
باشد تصانیفش همه باحرفِ دِل — یعنی بود فارسی زبان، سلطان باهو
شد خوشه چینِ خرمنِ باهو "رها" — هو هو کنان، روز و شبان، سلطان باهو
ایرانیان پیوستهٔ عرفانِ حقّ — حقّ یا علی گویندگان، سلطان باهو
خوش تر بود آواز نی با مثنوی — باهو بگو، باهو بخوان، سلطان باهو